جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

اہل سنت اور اہل بدعت

اہل سنت مرتے ہیں مگر ان کا نام زندہ رہتا ہے۔
اہل بدعت مرتے ہیں تو ان کا نام بھی ساتھ ہی مرجاتا ہے۔ وجہ یہ کہ
اہل سنت اس چیز کو زندہ کرتے ہیں جس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث ہوئے۔ اس لحاظ سے اہل سنت کو بھی "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"
سے ایک حصہ ملتا ہے جبکہ اہل بدعت کی سرگرمی کا مفاد و مآل رسول کی لائی
ہوئی چیز کے اندر عیب جوئی کرنا ہے، اس لحاظ سے اہل بدعت کو بھی
"إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ" سے ایک حصہ ملتا ہے!

(ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ: ۱۶/ ۵۲۸)

جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: **15** روپے ● سالانہ: **150** روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 ● ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org ●aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ○ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ)(یونس:۱۰۶-۱۰۷)

ترجمہ : اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہونچا سکے اور نہ کوئی نقصان پہونچا سکے پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہونچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہونچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

تشریح : اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اگر کوئی بندہ اللہ کی عظیم ذات کو چھوڑ کر کسی ایسی ذات یا ہستی یا معبود کو پکارے جو نفع ونقصان پہونچانے پر ذرہ برابر قادر نہیں ہے تو یہ ظلم کا ارتکاب ہوگا اور ظلم کے معنی ہیں ''وضع الشئ فی غیر محلہ'' یعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھ دینا۔ عبادت چونکہ صرف اس اللہ کا حق ہے جس نے تمام کائنات بنائی اور تمام اسباب حیات بھی وہی مہیا کرتا ہے تو اس مستحق عبادت ذات کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا گویا عبادت کا نہایت ہی غلط استعمال ہے اسی لئے شرک کو ظلم عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قارئین کرام : جس طرح ربیع الاول کا مہینہ آتے ہی معاشرے کے اندر ایک عجیب قسم کی ہلچل سی مچ جاتی ہے اسی طریقے سے ربیع الثانی کا مہینہ آتے ہی لوگوں میں گیارہویں منانے کی بے چینیاں شروع ہو جاتی ہیں جبکہ اکثر لوگ اس مہینے کو گیارہویں کے مہینے کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں کیونکہ ۱۱/ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی ہے اس لئے گیارہویں کا عام طور سے جگہ جگہ رواج ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں اکثریت کا عقیدہ ہے کہ آپ پیر، دست گیر، اور غوث الاعظم ہیں یعنی اگر ان سے فریاد کی جائے تو وہ نہ صرف فریاد کو سنتے ہیں بلکہ دست گیری اور حاجت روائی بھی کرتے ہیں اور اسی عقیدے کی بنیاد پر گیارہویں کو جلوس بھی نکالا جاتا ہے خوب نعرہ بازی ہوتی ہے ''مشہور وممتاز نعرہ غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے''۔ ''یا اللہ کی جگہ یا غوث المدد'' پکارا جاتا ہے۔ نیز شیخ کے نام پر ''نذر ونیاز'' کی جاتی ہے اس عقیدے کے ساتھ کہ گیارہویں کرنے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور سال بھر مال ودولت اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے اور ایسا شخص جب مرتا ہے تو قبر میں پیر صاحب اس کو عذاب نہیں ہونے دیتے جبکہ یہ شرکیہ اعمال ہیں، اس طرح کے اور بہت سے جھوٹے قصے گھڑ کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرائے گئے ہیں جن کی سرے سے کوئی اصل

ہی نہیں ان خرافات و من گھڑت فضائل سے یہ رسم اس قدر رواج پا چکی ہے کہ فرائض اسلام و سنن خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابندی نہ ہو مگر گیارہویں ضرور کی جاتی ہے ''نماز روزہ'' کا تارک اتنا گنہگار نہیں سمجھا جاتا جس قدر گیارہویں نہ کرنے والا موجب ملامت ٹھہرتا ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک اللہ کے سامنے سر جھکانے والا مسلمان شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر بنی ہوئے درگاہ کے آگے اپنی تکریم والی پیشانی جھکا دیتا ہے ان کی دہائی دیتا ہے ان سے مدد مانگتا روتا گڑگڑاتا ہے آپ کی قبر پر سجدے اور طواف کرتا ہے عرس اور میلے کرتا ہے اور ان کے نام پر ہزار مرغے ذبح کر دیتا ہے، حالانکہ شیخ عبدالقادر جیلانی پانچویں صدی ہجری کے مشہور و معروف متقی و پرہیزگار ولی گذرے ہیں پوری زندگی دعوت و تبلیغ میں گذاردی قرآن وحدیث سے والہانہ لگاؤ تھا آپ پوری زندگی شرک و بدعت سے بیزار اور ان سے برسرِ پیکار رہے آپ کا نعرہ تھا ''لامعین الا اللہ ولا دلیل الا رسول اللہ'' یعنی اللہ کے علاوہ کوئی لائق مددگار نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی اور حجت نہیں (غنیۃ الطالبین) اسی طرح انتقال سے چند دن پہلے اپنے بیٹے عبدالوہاب کو چند باتوں کی وصیت کی جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے فرمایا بیٹے اللہ کے علاوہ کسی مخلوق سے کسی طرح کی آس مت لگانا ہر طرح کی ضروریات صرف اللہ پوری کرنے والا ہے بیٹے صرف اللہ پر بھروسہ کرنا دنیا کے سارے لوگ مل کر اگر تجھے نفع پہونچانا چاہیں گے تو اللہ کی مرضی کے بغیر ذرہ برابر نفع نہیں پہونچا سکتے اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے حق میں بھلائی چاہے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تجھے نقصان نہیں پہونچا سکتی بیٹے توحید پر قائم رہنا اسی میں نجات ہے۔ (الفتح الربانی)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کو کھانا کھلانے کا کام سب سے زیادہ پسندیدہ ہے لیکن کیا کروں مجبور ہوں میرے پاس اتنی دولت نہیں کہ روزانہ اللہ کے بندوں کو کھانا کھلا سکوں۔ (الفتح الربانی) مذکورہ واقعہ بتا رہا ہے کہ شیخ صاحب اپنی زندگی میں جو چاہتے تھے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ اللہ کی قدرت کے سامنے وہ مجبور تھے غور کرنے کی بات ہے کہ آج لوگوں نے انہیں محبت وعقیدت کی بنیاد پر جس مقام پر پہونچایا ہے ''الامان والحفیظ'' اگر ان کے اندر مدد کرنے کی صلاحیت ہوتی تو سب سے پہلے اپنے وطن والوں کی مدد کرتے، آپ کو معلوم ہے کہ بغداد اپنی تاریخ میں نامعلوم کتنی مرتبہ اپنے دشمنوں کا نشانہ بنا لیکن شیخ صاحب نے بغداد والوں کی کبھی مدد نہیں کی۔ اسی طرح سے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ) (یونس:۴۹)

یعنی اے محمد اپنی امت سے کہہ دیں کہ میں اپنی ذات کیلئے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔ قرآن تو یہ بتلا رہا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی ذات کیلئے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو باقی مخلوق میں سے کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا اور مختار کل کیسے مانا جا سکتا ہے؟ فافهم وتدبر.

خدا فرما چکا قرآن کے اندر
میرے محتاج ہیں پیر وپیمبر
جو خود محتاج ہو دوسرے کا
بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو قرآن وسنت کا عامل بنائے اور ہر قسم کے شرکیہ وبدعیہ اعمال سے محفوظ رکھے۔ (آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

سقوط حلب کے اسباق

محمد مقیم فیضی

امت کی تاریخ میں سفاکیت وبربریت اور مظالم کی داستان نئی ہے نہ ظالموں اور آمروں کی ستم رانیاں اور استبداد کوئی انوکھی چیز ہے، نہ اللہ کی سنت کبھی بدلی ہے، ہزاروں لاکھوں پہلے بھی مختلف خواہشوں اور انانیتوں کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے جب سے امت کی گردن پر تلوار رکھی گئی ہے اٹھائی نہیں گئی وہ برابر ان میں اپنا کام کئے جارہی ہے، چہرے بدل جاتے ہیں مگر کردار وہی ہوتے ہیں، اسباب کی کھوج کی جائے تو ان میں بھی پوری پوری مماثلت پائی جاتی ہے۔

امت اسلامیہ پر تازہ ضرب حلب میں لگائی گئی ہے اور ایسی کاری ضرب لگائی گئی ہے کہ ہر دردمند بلبلا اٹھا ہے، ننھے ننھے معصوم بچوں کے لہولہان چہرے بے کس ومجبور دوشیزاؤں کا ظالم درندوں کے خونخوار پنجوں سے خود کو بچانے کے لئے پناہ کی تلاش میں بے دریغ بھاگنا اور بے اختیار اپنی جان یا آبرو گنوا دینا، ماں باپ کے بڑھاپے کی لاٹھی بننے والے نوخیز لڑکوں کا ان کی آنکھوں کے سامنے بے یارومددگار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تڑپ تڑپ کر جان دے دینا، نوجوانوں کا اپنی زخمی اور بوڑھی ماؤں کو کاندھوں پر لاد کر پناہ کی تلاش میں بھاگنا اور پھول جیسے چھوٹے چھوٹے بچوں کا ان کے پیچھے پیچھے دوڑنا۔ بیرل بموں اور کیمائی ہتھیاروں کا نشانا بن کر پورے پورے خاندانوں کا صفایا ہوجانا، کونسا ایسا کٹھور دل ہوگا جو ان حالات پر تڑپ نہ اٹھے؟ کونسی ایسی بے حس آنکھ ہوگی جو بہہ نہ پڑے؟ کس کا جگر ہوگا کہ وہ ان واقعات کو یوں ہی گزار دے؟

خبریں بتارہی ہیں کہ حلب میں تقریباً تین چار لاکھ آدمی مارے جاچکے ہیں ایک کروڑ ملک چھوڑ کر جاچکے ہیں اور ان میں سے بہت سارے پناہ کی تلاش میں ملکوں ملکوں مارے مارے پھر رہے ہیں، اس کے بعد بھی دس ملین لوگ متاثر ہیں اور انہیں مختلف قسم کے آلام ومصائب کا سامنا ہے بلکہ جانوں کے بھی لالے پڑے ہوئے ہیں، زخمیوں کی صحیح تعداد کا علم اللہ کو معلوم ہے، اور ایسے حالات میں ان کا کیا علاج ہوسکے گا یہ بھی کوئی خارج از قیاس بات نہیں ہے۔

اس سے پہلے ماضی قریب میں مختلف مسلم ممالک کو ایسے حالات سے گزرنا پڑا ہے جہاں بنیادی ڈھانچہ پوری طرح تباہ ہوچکا ہے اور آج تک انہیں اپنا گھر اور اپنی معمول کی زندگی واپس نہیں مل سکی ہے۔

عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان حادثات اور دردناک سانحوں پر آنسو بہا کر چپ نہ بیٹھ جائیں بلکہ ان کا گہرا مطالعہ کرکے کچھ ایسا سبق حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ ایک کے بعد دوسرا بھی اسی انجام سے دوچار نہ ہو اور مستقبل کے لئے کچھ اچھی پیش بندیاں اور منصوبے تیار کئے جاسکیں جن کی وجہ سے امت بار بار انہیں سوراخوں سے نہ ڈنسی جائے جن سے کئی بار ڈنسی جاچکی ہے۔

انقلاب (بغاوت) کی ابتدا:

سیریا میں حکومت ایک جابر کی ہے جو آتش وآہن سے اپنی رعایا کو کنٹرول کرتا ہے، لوگوں کی توہین وتذلیل، قیدوبند،

مار پیٹ اور قتل اس کے لئے معمول کی چیز ہے، عوام کو بولنے کی آزادی نہیں ہے، لوگ سخت دباؤ اور پریشر میں زندگی گزارتے ہیں، ذرائع ابلاغ پر سرکاری اجارہ داری ہے، یہ صورت حال حافظ اسد کے سیریائی قوم پر ۱۹۷۰ء میں مسلط ہونے کے بعد ہی سے قائم ہے۔

قانونی طور پر ایمرجنسی نافذ ہے اس لئے عوامی اجتماع اور مظاہروں کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر اچانک ۲۰۱۰ء کے اواخر اور ۲۰۱۱ء کی ابتدا میں عرب ملکوں میں انقلابات کا ایک سلسلہ قائم ہوجاتا ہے تیونس، مصر، لیبیا میں حکومتوں کے تختے پلٹ دئے جاتے ہیں، سیریا میں بھی کچھ لوگ عرب بہاریہ کی لہروں پر سوار ہوکر عوامی بغاوت کے لئے پر تولنے لگتے ہیں، فیس بک اور انٹرنیٹ کے پروگراموں پر سلسلہ جنبانی شروع ہوجاتی ہے، لوگ ایک دوسرے کو اکسانے لگتے ہیں، پھر اس کی پہلی چنگاری اڑتی ہے اور شہر درعا میں چند اسکولی بچے اپنے اسکول کی دیواروں پر حکومت مخالف نعرے لکھ دیتے ہیں، پولیس انہیں پکڑلے جاتی ہے، ان کے سرپرست جب انہیں چھڑانے جاتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ان بچوں کو چھوڑا نہیں جاتا بلکہ ان کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے، یہ واقعہ ۲۷ رفروری ۲۰۱۱ء کو پیش آتا ہے اس کے بعد احتجاجات اور مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، چھوٹے بڑے بہت سے مظاہروں میں حکومت کا رویہ عوام مخالف ہے، پولیس کی گولیاں مختلف لوگوں کو ڈھیر کردیتی ہیں، حکومت کے سول غنڈے بھی لوگوں پر حملے کرتے ہیں رفتہ رفتہ دوسری طرف بھی علاج بالمثل کا عمل شروع ہوتا ہے۔ پھر لوگوں کا مطالبہ زور پکڑنے لگتا ہے کہ بشار جیسا ظالم وجابر حکمراں فوراً حکومت کی گدی چھوڑ دے۔ دھیرے دھیرے خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے، حکومت کی فوجوں کے مقابلے میں مسلح حزب مخالف منظر عام پر آجاتا ہے اور دونوں طرف سے مسلح ہجوم، پرتشدد جھڑپوں اور خونریز جنگوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جو تقریباً چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہے اور ابھی تک جاری ہے۔

کیا یہ انقلاب اچانک شروع ہوگیا تھا؟

ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا یہ انقلاب بلاکسی منصوبہ بندی اور پلاننگ کے اچانک شروع ہوگیا؟ یہ محض دبے کچلے اور مظلوم ومقہور عوامی احساسات وجذبات تھے جو یکا یک پھٹ پڑے تھے یا اس کے پیچھے کوئی سازش تھی اور پردے کے پیچھے کچھ ہاتھ تھے جو ڈور ہلا رہے تھے؟

خطے کی اہمیت :

سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پڑوس میں اسرائیل ہے جس کی حفاظت اور علاقائی بالادستی دنیا کی بڑی طاقتوں امریکا اور اس کے حلیفوں کے نزدیک سب پر مقدم ہے۔ اس کے بعد یہ علاقہ انتہائی اہم اور حساس تجارتی گزرگاہ ہے اور بحر متوسط کے ساحل پر واقع ہے، اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں قدرتی خزانوں کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں جو زمین کے اندر محفوظ ہیں جن پر ساری دنیا کی نگاہیں لگی ہیں۔

اس لئے دنیا کی تمام اہم طاقتیں اس خطے میں اپنا تسلط بنائے رکھنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں، حقائق کی روشنی میں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے پیچھے مذہبی عوامل بھی کارفرما ہیں۔ بیرونی قوتوں کو اپنے مفادات اور رجحانات کی تکمیل میں سب سے بڑی روکاوٹ سنی مسلمان نظر آتے ہیں کیونکہ جس حد تک بھی حقیقی اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات انہیں ظاہری ومعنوی دونوں اعتبار سے ان قوموں کی غیر مشروط غلامی سے روکتی ہیں، ہرچند کہ وہ انہیں اپنے اندر ضم کرلینے کی ہزار تدبیریں کرتے ہیں مگر وہ جلد ہی ان کے چنگل سے نکل کر اپنے تشخص اور الگ شناخت پر

اصرار کرنے لگتے ہیں، یہی چیز انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے، اپنے مفادات کی حفاظت اور مطلق فرمابردای کے لئے وہ فرقے انہیں اپنے لئے موزوں نظر آتے ہیں جو اسلام کے لبادے میں اسلام مخالف عقیدہ وافکار کے حامل ہیں اور اسلام کے ضابطۂ اخلاق سے انہیں کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ خواہش پرستی اور اباحیت پسندی میں وہ مغرب سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

اسد فیملی کا تعلق نصیری فرقے سے ہے جو اسلام کی طرف نسبت رکھنے کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے اور اس کا شمار شیعوں کے غالی فرقوں میں ہوتا ہے، یہ فرقہ اس ملک میں نہایت اقلیت میں ہے مگر بیرونی طاقتوں نے اسے کمیونسٹ پارٹی کی جھنڈے تلے ملک شام کی سنی اکثریت پر مسلط کردیا ہے، اور یہ چالیس سال سے فلسطینیوں کی ہمدردی اور حمایت کے نام پر بحسن وخوبی اسرائیلی مفادات کی نگرانی کررہا ہے اور اس کے امن کا محافظ بنا ہوا ہے۔ اسرائیل کی متعدد اہم شخصیتوں نے اس بات کا اعتراف اور اعلان کیا ہے کہ اسد فیملی چالیس سال سے مسلسل اس کی سرحدوں کی حفاظت کرتی چلی آرہی ہے اور اس کے جانے کے بعد اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ آنے والی کوئی بھی دوسری حکومت یہی کام کرے گی بلکہ خود اسرائیل کے لئے خطرہ نہیں بن جائے گی۔ یہ بات امریکا اور مغرب کو بھی تسلیم ہے اسی وجہ سے بشار اسد کی فوجوں اور ایرانی اور شیعہ ملیشیاؤں کی انتہائی وحشت وبربریت اور حد درجہ انسانیت سوز حرکتوں اور روسی قوت کے ساتھ ملکر سنی مسلمانوں کے قتل عام کی زبانی مذمت کے سوا امریکا اور یورپ نے اور ان کی اقوام متحدہ اور سیکورٹی کونسل نے وہاں کی عوام کو بچانے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ انقلابیوں کی بقا وحفاظت اور دفاع کے تمام وسائل کی فراہمی میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رہے، ان کا مقصد یہی تھا کہ وہاں سے سنیوں کو بھگا کر ان کی جگہ شیعوں کو بسایا جائے جو ان کے مفادات کے لئے نہ یہ کہ کوئی خطرہ نہیں بنیں گے بلکہ ان کی حفاظت کا موثر وسیلہ ثابت ہوں گے۔

اسی لئے امریکا اور مغرب نے ایران سے ساز باز کرکے اس کے اوپر سے ظاہری پابندیاں بھی ہٹالی ہیں جن کا ڈرامہ ایک زمانے سے چلا آرہا تھا، اور سعودیہ کی مخالفت کے باوجود عراق اور لبنان کو اس کے حوالے کردیا گیا اور سیریا میں بھی اسے کھلی چھوٹ دے دی گئی۔

ایران کے دل میں صدیق وفاروق سے کسروی انتقام کا جذبہ آج بھی جوان ہے، اور عرب کے تمام خطوں کے ساتھ بحرابیض متوسط تک ایرانی شہنشاہی اقتدار کا خواب صدیوں پرانا ہے۔ اہل سنت سے دشمنی اور ان کی تذلیل وتوہین اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں سرفہرست ہے جس کا عملی ثبوت تاریخ کے ہر دور سے دیا جاسکتا ہے اور نظریاتی طور پر ان کی کتابیں اس بدبودار فکر سے بھری پڑی ہیں۔ مگر سنی مسلمانوں میں اخوانی اور تحریکی مزاج لوگوں کی اکثریت ایران اور شیعوں کی اندھی حمایت کرتی رہی ہے بلکہ شیعوں کے خلاف سنی مسلمانوں کو کمزور کرنے اور اتحاد کے نام پر ان میں اختلافات اور نزاعات کو ہوا دینے میں ان کا کردار انتہائی افسوسناک رہا ہے۔ یہاں تک کہ مصر میں مرسی کی اخوانی حکومت کے قائم ہوتے ہی ایران اور شیعوں کے لئے وہاں قائم ساری پابندیاں نہ یہ کہ ختم کردی گئیں بلکہ ان کے لئے سنیوں کو برباد کرنے کا دروازہ چوپٹ کھول دیا گیا تھا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ وہاں کی اخوانی حکومت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئی ورنہ علاقے کا توازن حد درجہ بگڑ جاتا اور صورت حال آج سے کئی گنا بدتر ہوگئی ہوتی۔ امریکا اور اسرائیل کے ساتھ اخوان المسلمین کا تعلق نہایت مشکوک ہے مختلف مسلم ممالک میں اخوان المسلمین پر پابندی ہے، کچھ خلیجی ملکوں نے انہیں دہشت گردی کے خانے میں رکھا ہوا ہے مگر آپ کو تعجب ہوگا کہ امریکا نے اخوان المسلمین کا شمار دہشت

گردوں میں کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا ہے۔اس جماعت کی اگر آپ تاریخ دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ حکومتوں کے خلاف نوجوانوں کو ورغلانے اور اقتدار کے ساتھ انہیں نبرد آزما کرنے میں اسے یدطولی حاصل ہے، یہ جماعت کتاب وسنت اور منہج صحابہ پر نوجوانوں کی تربیت کرنے اور انہیں دین کی صحیح معلومات سے جوڑنے کی بجائے ان کے اندر انتہا پسندی، جارحیت، اور جنگی رجحانات پیدا کرتی ہے، وہ اس بات پر نوجوانوں کی ذہن سازی کرتی ہے کہ تم مظلوم ہو اور اگر تم نے ظالموں سے انتقام نہیں لیا اور خود ان پر ظلم نہیں کیا تو یہ تمہیں جینے نہیں دیں گے، انھوں نے اپنے اسلام کا ایک خاص نقشہ بنا رکھا ہے اور اسی پر یہ اپنے نوجوانوں کی تربیت کرتے ہیں، جس میں عقیدہ وعمل سے زیادہ خواہشات کی تکمیل کے چور دروازے بنے ہوتے ہیں جو انہیں رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت نہ گئی کے اصول پر چلنے اور کاربند رہنے میں مدد دیتے ہیں، ان کا یہ رویہ زیادہ تر مسلم ملکوں میں ہے، بیشتر ملکوں میں یہ دشمنوں کا آلۂ کار بن کر مسلمانوں کے لئے مشکلات کھڑی کرتے رہے ہیں اور انہیں مسلسل خانہ جنگی کی صورت حال سے دوچار رکھا ہے، نیز دشمنان اسلام کو بھی اس بات کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ ان کی چھیڑ خانیوں کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کا قتل عام کریں، مختلف ملکوں میں القاعدہ، بوکوحرام اور داعش یہ سب اسی شجر نامسعود کے برگ وبار ہیں۔ یہ سلفی علماء کی تکفیر وتضلیل کرتے ہیں مگر سلفی نوجوانوں کو دھوکا دینے کے لئے خود کو سلفیت سے جوڑنے میں بھی کوئی شرم وجھجک محسوس نہیں کرتے ہیں، شیعوں کی طرح تقیہ ان کے دین کا بنیادی جز ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو کسی لڑائی یا مذہبی جنگ کا متحمل ہو مگر تحریکی اور خارجی رجحان کی حامل جماعتیں حکمرانوں کی تکفیر وتضلیل کے بعد ان کے خلاف مسلح جدوجہد اور حکومت کا تختہ پلٹنے کی دعوت اکثر دیتی رہتی ہیں، اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ سارے حکمراں کافر ہو چکے ہیں اور حکمرانی کا حق کھو بیٹھے ہیں تو بھی ان کے خلاف جہاد کے نام پر مہم چھیڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ موجودہ دور میں مسلمان مادی طور پر اس کے اہل ہیں نہ معنوی طور پر۔ معنوی طور پر ان کا حال یہ ہے کہ اکثریت لا إله إلا الله کی حقیقت اور اس کے درست معنی ومطلب اور اس کے تقاضوں سے ناواقف ہے اور جابجا اس کے نواقض کی مرتکب ہے، الله وحده لاشريك له کی بندگی کے ساتھ وہ ہزاروں چوکھٹوں اور آستانوں پر سر جھکاتی ہے اور اللہ کے حقوق بندوں کو دے دیتی ہے، اتباع کتاب وسنت کی بجائے تقلید جامد اور مختلف پیشواؤں کی اندھی پیروی میں جکڑی ہوئی ہے، غیر اقوام کے رسوم ورواج کو اس نے اپنے دین کا حصہ بنا رکھا ہے، روحانیت اور نفس کی اصلاح کے نام پر رہبانیت اور استشراقیوں کے نقش قدم پر چل رہی ہے، ظاہری تہذیب میں بھی اسلام کا دامن چھوڑ چکی ہے، اسلامی تعلیمات کے درست مصادر تک اس کی رسائی نہیں ہے، بلکہ کہیں آراء الرجال سے وابستگی اور کہیں عقلانیت اس کے دین وشریعت کا مصدر بن چکی ہے، کھرے کھوٹے اور صحیح وضعیف کا امتیاز بھی ختم ہو چکا ہے، ایسی صورت میں وہ اللہ کی سنت کے مطابق نصرت الٰہی کا استحقاق کھو بیٹھی ہے کیونکہ اکثریت اللہ کی شریعت کی بجائے خود ساختہ شریعت پر کاربند ہے۔

اخوان المسلمین کے بڑے بڑوں نے اس بات کا اعلان واظہار کیا ہے کہ ہماری اسلامی حکومت سعودی ماڈل پر نہیں چلے گی جو متشدد اور تنگ نظر اسلام کی نمائندگی کرتی ہے بلکہ ہماری اسلامی حکومت میں قبر پرستی اور غیر اللہ سے مرادیں مانگنے اور ان تمام رسموں کی اجازت ہوگی جن کی پبلک عادی ہے، ہماری اسلامی حکومت میں سود، مرد وزن کے آزادانہ تعلقات، ترک صلاۃ، شراب نوشی وغیرہ تمام امور میں عوامی رجحان اور شخصی آزادی کے

اصولوں پر فیصلہ ہوگا اور تمام فیصلوں میں عوامی رائے کی اہمیت ہوگی، ہم حریت، عدالت اور مساوات کے قائل ہیں، وسیع النظر اور وسیع المشرب ہیں۔ آج تک کوئی یہ بتا نہیں سکا ہے کہ اخوان المسلمین والے کس اسلام کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس ضمن میں اکثر ان کے بیانات سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وقتی طور پر ان کی حکومتیں قائم ہوئی ہیں انھوں نے سیکولر لوگوں سے بھی بڑھ کر اپنے سیکولر ہونے کا ثبوت دیا ہے اور ان کے بڑے بڑے لیڈر آزادروی میں اپنی مثال آپ رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کے مسائل کا حل جنگ اور بغاوت نہیں بلکہ اپنی اصلاح اور صحیح اسلام کی طرف واپسی ہے، جیسا کہ امام مالک نے فرمایا تھا کہ اس امت کے آخری لوگوں کی بات بھی انہیں چیزوں سے بنے گی جن سے اگلوں کی بنی تھی۔ اس لئے انبیائی منہج کے مطابق توحید، اتباع کتاب وسنت اور اسلامی اخلاق پر طریقۂ صحابہ کے مطابق تربیت سے امت مسلمہ کا کھویا ہوا وقار بحال ہوگا اور اس کی شوکت رفتہ ان شاء اللہ واپس آئے گی جس کی پیشینگوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی، منہج صحابہ کی پیروی کے بغیر مسلمانوں کی صفوں میں ہرگز اتحاد پیدا نہیں ہوسکے گا، اور جب تک مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہوگا ان کا کسی بھی محاذ پر کامیاب ہونا ممکن نہیں اور ان کے دشمن ان کے مقابلے میں کامیاب ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ)(الانفال:۴۶)

اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اور رسول گرامی ﷺ نے اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں تھی: (۱) اے اللہ تو میری امت کو کسی عام عذاب سے ہلاک نہ کر، (۲) ان پر باہر کا کوئی دشمن ایسے نہ مسلط کر کہ وہ ان کا صفایا کردے، (۳) آپس میں ان میں بھڑنت نہ ہو کہ ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھنے لگے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ میں نے پہلی دونوں دعائیں تو قبول کرلی ہیں مگر آپس میں ان کی لڑائی ضرور ہوگی باہر کا دشمن اگر زمین کے گوشوں سے بھی جمع ہوکر آئے تو وہ ان کا صفایا نہیں کرسکے گا ہاں یہ ضرور ہوگا کہ مسلمان ہی مسلمان کو مارے گا، اور وہی ایک دوسرے کو فنا کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔ (یہ روایت ابوداؤد اور صحیح ابن حبان کی ہے اور علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے)

اور اختلاف اور جھگڑے کا سبب اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے سرتابی ہوا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)(المائدۃ:۱۴) اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں، ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انھوں نے اس کا بڑا حصہ فراموش کردیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض وعداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی۔

اس کی عملی مثال غزوہ احد سے دی جاسکتی ہے کہ جب صحابہ کرام کے ایک دستے نے حکم رسول کو اپنی تاویل کے ذریعہ نظر انداز کردیا تو ان میں اختلاف پیدا ہوگیا اور ان سے بظاہر ایک چھوٹی سی خطا ہوئی مگر وہ ایک جیتی ہوئی بڑی جنگ ہار جانے کا سبب بن گئی۔

اب ادھر دیکھئے تو ایران، عراق، لبنان، پاکستان اور دیگر علاقوں کے شیعوں کے دسیوں گروہ اور نصیری حکومت کے فوجی جتھے سب کے سب ایک ہی جھنڈے کے نیچے اور ایک ہی قائد کی

ماتحتی میں ولایت فقیہ کے نام پر سنیوں سے جنگ کر رہے تھے اور ان کے چھوٹے سے چھوٹے حملے اور ہجوم میں بھی ہدایات اور نظم کی پابندی ہوتی تھی۔مگر اس کے برعکس سنیوں کے پچیسوں گروہ الگ الگ جھنڈوں اور الگ قیادتوں کی ماتحتی میں قتال کر رہے تھے اور باہم دیگر ان میں ہم آہنگی اور تال میل تو دور کی بات ہے وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ان کے زیر تصرف علاقوں پر قابض ہونے اور ان کے ذخیروں کو ہتھیانے کے لئے ایک دوسرے پر حملے بھی کر رہے تھے اور دشمنوں سے جنگ کرتے کرتے آپس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلانے لگتے تھے۔

مامون دیرانیہ صاحب لکھتے ہیں: ''حلب پر آنے والی آفت کے ذمہ دار مجرمین بہت سارے ہیں، ان میں دشمنان انقلاب کے ساتھ انقلابی بھی برابر کے شریک ہیں، ان میں سر فہرست مختلف دھڑوں کے وہ زعماء ہیں جنھوں نے گروہ بندی اور تفرقہ بازی کی اور مناصب ومفادات کے ساتھ چسپاں رہے جس کے نتیجے میں انھوں نے خود کو بھی ضائع کر دیا اور شہر بھی گنوا بیٹھے اور انقلاب کو ضائع کر دینے کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں...اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سقوط حلب کے اسباب کئی ایک ہیں جن میں بڑی پیچیدگی اور تداخل پایا جاتا ہے، مگر ان میں سب سے زیادہ موثر یہ ہوا کہ محاذوں کو (داخلی طور پر) کمزور کیا گیا اور انہیں سچے محافظوں سے محروم کر دیا گیا۔

سفینے میں پہلا خطرناک شگاف اس وقت ڈالا گیا جب زنگی تحریک نے ابوعمارہ اور جبهة النصرہ کے تعاون سے ''مجموعۂ فاستقم'' پر حملہ کر دیا جو تقریباً شہر کے ایک تہائی محاذوں کی نگہبانی کر رہا تھا۔ پھر دوسرا حملہ غالی دھڑوں کے گٹھ جوڑ ۔النصرة، ابی عمارہ اور کتیبۂ اشداء۔ نے جیش الاسلام اور فیلق الشام کے گروہوں پر کیا۔اس فاجرانہ سرکشی اور زیادتی نے حلب کے ایک اہم دفاعی بیلٹ کے ٹکڑے کو ساقط کر دیا، کیونکہ ان باغیوں نے ان تینوں گروہوں کے اسلحوں اور ذخیروں پر قبضہ کر لیا اور ان کے بعض جنگجوؤں اور سرداروں کو قید کر لیا، بلکہ ابو عمارہ کے اذیت پسند مجرم قائد (جس کا لقب ابوبکری ہے) نے تجمع کے کچھ جنگجوؤں کو اغوا کر لیا اور بٹالین کے مذبح تک انہیں ہانک لے گیا اور انہیں تڑپا تڑپا کر مار ڈالا۔اللہ اسے معاف نہ کرے۔

یہی لوگ حلب کے سب سے بڑے مجرم ہیں اور اس کے سقوط کی ذمہ داری کا بڑا بوجھ انہیں کے سر ہے، انھوں نے شہر کو ایک بڑی قوت سے محروم کر دیا، اگر یہ اپنی کامل سرگرمیوں اور عنفوان کے ساتھ باقی رہی ہوتی تو شاید واقعات کا رخ بدل گیا ہوتا...(یہ مضمون سعودی عرب میں مقیم وبرسرروزگار شامی مفکر دعبدالکریم بکار کی سائٹ پر موجود ہے،اس میں حالات پر خود ان کا تبصرہ اور اسی طرح کے حقائق کی طرف اشارہ بھی موجود ہے) اس کے علاوہ بہت سے عینی شاہدین اور حالات پر نظر رکھنے والوں نے وہاں داعش، نصرہ (جو سیریا میں القاعدہ کا چہرہ ہے) اور دیگر غالی اور خارجی تنظیموں کی مذموم سرگرمیوں اور حد درجہ مشکوک اور دشمن نواز حرکتوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔

جہاں تک انقلاب کے شروع ہونے کی بات ہے تو اس سلسلے میں یاد دلانا چاہوں گا کہ اس سے قبل ۱۹۸۲ء میں بھی اخوان المسلمین کی تحریک پر سیریا میں انقلاب برپا ہوا تھا جس کے نتیجے میں حماۃ کا قتل عام منظر عام پر آیا تھا جس میں ۸۰ر سے ایک لاکھ افراد کے مارے جانے کی خبر ہے اور اس بار بھی انقلاب میں اخوان المسلمین کے ہاتھ سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ الجزیرہ نٹ کے مطابق تیونس میں ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو شروع ہونے والے انقلاب کے نتیجے میں وہاں کے صدر علی زین العابدین کا تختہ الٹ جانے کے بعد ۱۴ر جنوری ۲۰۱۱ء کو ممنوع حزب مخالف جماعت اخوان المسلمین نے دمشق میں سیریائی

حکومت کو تیونسی تجربے سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے قوم کی صف میں واپس آجانے کی نصیحت کی اور بن علی کے سقوط کے دودن بعد سیریائی قوم کے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے سیول نافرمانی کی دھمکی دی۔

اسی طرح کی سیاسی دعوت ۱۵/فروری کو سیریائی جماعت اخوان المسلمین کے سابق مراقب عام عصام عطار کی طرف سے مکرر دی گئی جسے انھوں نے اس ملک میں پرامن وبابصیرت تبدیلی کا نام دیا۔ یہ دعوت ایک خط کے ذریعہ دی گئی جو سیریائی صدر بشار اسد کے نام پر بھیجا گیا۔ (دیکھئے: ارهاصات الاحتجاجات في سوريا الجزيرة نٹ.۱۶/۳/۲۰۱۱ء)

ترکی کے شہر انطالیہ میں ا/جون کو جب حزب اختلاف کی کانفرنس بلائی گئی تھی تو اس میں اپوزیشن کے بہت سے دھڑے غیر موجود تھے مگر نگراں کی حیثیت سے جماعت اخوان المسلمین موجود تھی، اس کانفرنس میں صدر کے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا تھا اور ۱۹۸۰ء سے پہلے کا سیریائی علم لہرایا گیا تھا اور اسے دوسری آزادی کا جھنڈا قرار دیا گیا تھا۔ اور ۲/جون کو سیریا کے اخوان المسلمین کی دعوت پر حزب اختلاف کی دوسری کانفرنس یورپی اتحاد کی راجدھانی بروکسل میں بلائی گئی جو بلجیکا میں واقع ہے، اس میں بھی حکومت کو بدلنے اور اس ملک کو ایک جمہوری ملک بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۸/جولائی کو پیرس میں برنارڈ لیفی نے انطالیا کی کانفرنس سے وجود میں آئی کمیٹی اور اخوان المسلمین کے تعاون سے حزب اختلاف کی ایک کانفرنس بلائی، یہ برنارڈ لیفی اسرائیل کے ساتھ مضبوط تعلقات اور صہیونیت کی مدد کے لئے معروف شخصیت ہے، اسی وجہ سے خود حزب اختلاف کے بعض ارکان مثلاً ہیثم مناع وغیرہ نے صراحت کے ساتھ کہا کہ ''جو لوگ صہیونیوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ ڈکٹیٹر کے خلاف سیریائی قوم کے معرکے میں شرکت کریں، یہ ان جوانوں کے خلاف سازش ہے جنھوں نے آزاد ہونے اور آزادی کے نعرے دئے اور سیریائی علم کے پہلو میں فلسطین کا علم بھی بلند کیا۔ فلسطینی قضیے کی حمایت کرنے والی اور صہیونیت دشمن کچھ فرانسی تنظیموں نے بھی اس کانفرنس میں رکاوٹ ڈالنے کی محدود کوششیں کیں۔ (دیکھئے الحرب الاهلية السورية ویکیپیڈیا)

یقیناً اس وقت سیریائی عوام کے جذبات بڑے دھماکہ خیز ہورہے تھے، ان کے احساسات گویا بارود کے ڈھیر پر تھے، حکومت وقت کی شقاوت وسنگ دلی اور اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے آخری حد تک جانے کی روایات معروف زمانہ تھیں، عالم اسلام کا حال سب کو معلوم تھا۔ بیرونی طاقتوں کی طالع آزمائی اور علاقے کے متعلق ان کے نظریات بھی ڈھکے چھپے نہیں تھے اس لئے حالات کی نبض پر ہاتھ رکھنے کا دعوی رکھنے والے فقہائے سیاست کا انقلاب کے لئے اتاؤلا ہونا کیا حیرت انگیز بات نہیں ہے؟ اس وقت ایک بھی چنگاری اس بارود میں آگ لگانے کے لئے کافی تھی۔ ایسے وقت میں تو قوم کو سنبھالنے اور حد درجہ کنٹرول میں رکھنے کی ضرورت تھی نہ کہ حکومت سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے آمادگی کا رجحان بنانے کا موقع تھا۔ مگر افسوس کہ اس قوم کے رہنما اپنا صحیح کردار ادا کرنے سے قاصر رہے اور قوم کی تربیت اسلامی اصولوں پر کرنے کی بجائے انھوں نے اسے فرسودہ جمہوری اقدار پر پالا اور اس کا انجام پورا خطہ بھگت رہا ہے۔

ایران اور اس کی رافضی مجوسی حکومت اہل سنت والجماعت کی انتہائی ذلیل اور پست اقدار کی حامل دشمن ہے جو صحابہ سے لیکر ہر اس عالم اور بزرگ کی توہین کو اپنے مذہب کا لازمی جزء سمجھتا ہے جو اسلام کی بالادستی اور مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کے لئے کوئی کام کرتا ہے، اور اہل سنت والجماعت کے کسی بھی فرد کے لئے اس کے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں ہے، وہ جب بھی

موقع پاتا ہے ان کے کلی صفایا کے لئے ہر اقدام کرتا ہے۔ وہ اس علاقے میں اپنی بالادستی کے لئے زمانہ دراز سے منصوبہ بندی کئے بیٹھا ہے جسے بروئے کار لانے کا موقع اب ہاتھ آیا ہے، مذہبی اغراض ومقاصد کے سوا اس خطے میں اس کے تجارتی مقاصد بھی بہت بڑے ہیں وہ عراق سے لبنان اور سیریا تک بالخصوص شہر حمص سے بحر متوسط کے ساحلوں پر تسلط کا خواہاں ہے، ۲۵/۱۱/۲۰۱۱ء کو اخباری ایجنسی رائٹرز نے حسب ذیل رپورٹ شائع کی تھی: ''ایران کے جنوب میں واقع عسلویہ کے علاقے میں جہاں دنیا کا سب سے بڑا گیس کا ذخیرہ پایا جاتا ہے ایران، سیریا اور عراق نے ایک معاہدے پر دستخط کیا جس کے بموجب ایرانی گیس بحر ابیض متوسط سے ہوتا ہوا یورپ بھیجا جائے گا۔ ایرانی گیس کے منتقل کرنے کا یہ سب سے بڑا معاہدہ ہے جس کی قیمت ۱۰/عرب ڈالر ہے۔ اس معاہدے کے تحت ایرانی گیس کو پانچ ہزار کلومیٹر لمبی پائپ لائنوں کے ذریعہ یورپ ایکسپورٹ کیا جائے گا جو عراقی، سیریائی اور لبنانی زمینوں سے ہوتے ہوئے بحر متوسط سے گزریں گی۔

۷۵۰/کیلومیٹر کی لائن عسلویہ کے علاقے سے عراق تک جائے گی اور وہاں صوبہ ایلام کے حدود میں عراق کے سپرد ہوگی، اس معاہدے پر ایرانی وزارت پٹرول کے نگراں محمد علی آبادی، عراق کے وزیر پٹرول عبدالکریم لعیبی اور سیریا کے وزیر پٹرول سفیان علاو کے دستخط ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایران کے پاس احتیاطی گیس کا دنیا میں دوسرا بڑا ذخیرہ ہے، وہ اس وقت یومیہ ۶۰۰/ملین میٹر مکعب گیس نکالتا ہے جس میں سے ۳۷/ملین مکعب ایکسپورٹ ہوتا ہے۔

ایران کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنی پائپ لائنوں کے راستے میں آنے والی تمام سنی آبادیوں کو نابود کر کے ان کی جگہ شیعہ بستیاں بسانا چاہتا ہے اور عراق کے متعدد مقامات پر اس سلسلے میں اسے کامیابی بھی مل چکی ہے اور عراق پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اسی لئے وہ پوری قوت سے اپنے تمام لاؤلشکر کے ساتھ ملک شام میں آیا ہے۔

ادھر روس بھی گیس بیچتا ہے اور اس کی پائپ لائنیں ترکی ہو کر یورپ جاتی ہیں اس لئے اس خطے میں اس کے مفادات بھی گہرے ہیں، ترکی کا مسئلہ یہ ہے کہ روس، عراق اور ایران اس کے سامانوں کی بہت اچھی منڈی ہیں نیز پڑوس میں ہونے کی وجہ سے ان علاقوں کے علاوہ شام میں بھی اسے مناسب اقتدار کی حاجت ہے، اس علاقے کی ثروتوں کا یورپ اور امریکا خود کو سب سے زیادہ مستحق سمجھتے نیز ان کے لئے بھی یہ خطہ ایک اہم ترین تجارتی گزرگاہ ہے اس لئے وہ ہر حال میں اس علاقے میں اپنا تسلط چاہتے ہیں۔ ان کی خطرناک اور شاطرانہ چالوں سے سب لوگ اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہیں، ان کی مادی قوت اور فوجی برتری بھی عیاں ہے۔ اس لئے کسی کمزور اور بکھرے ہوئے محاذ یا ملیشیاؤں کی جنگ سے انہیں زیر نہیں کیا جا سکتا ہے، ان سے اگر لڑنا ہو تو بہت مضبوط جنگ لڑنی ہوگی۔ مگر آپ نے مسلم ملکوں کا حال دیکھ لیا، کیا کوئی ملک عملی طور پر سیریا کے مظلوم ومقہور ہو جانے والے مسلمانوں کی مدد کے لئے آگے بڑھ سکا؟ ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ وہ ملک خود اپنے اپنے مسائل میں جوجھ رہے ہیں اس وقت تمام عالم اسلام میں انتشار، دہشت گردی، خارجیت، نفاق اور خانہ جنگیوں کی مصیبت تحریکیوں اور اخوانیوں کی پیدا کی ہوئی ہے، صوفیوں اور اخوانیوں نے رافضیوں کے قدم جمانے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے، اسلام دشمن قوتوں کے آلۂ کار بآسانی ان کے کلیدی عہدوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے عالم اسلام بہت کمزور ہے۔ یقیناً کچھ ملکوں نے سیریا کے مسلمانوں کی مالی مدد کا سامان کیا جن میں سعودی عرب سرفہرست رہا ہے، اس نے تقریباً پچیس لاکھ شامیوں کو اپنے ملک میں جگہ دی ہے مگر پناہ

گزیں کی حیثیت سے نہیں بلکہ نہایت باوقار طریقے سے نظامی اقامہ کے ذریعہ سے انہیں شادوآباد کیا ہے، اس کے علاوہ جہاں جہاں وہ پناہ گزیں حیثیت سے رہ رہے ہیں وہاں ان کے لئے بڑی امداد روانہ کی ہے۔ ترکی نے بھی ابتدا میں ان کی پشت پر ہاتھ رکھا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ عین وقت پر اس نے محدود ملکی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے ملت کے مفاد کو نظر انداز کر دیا اور ان کی مدد سے تقریباً کنارہ کش ہو گیا۔ اور سارے عالم اسلام نے اپنے تڑپتے ہوئے جذبات کا گلا گھونٹ کر شامی مسلمانوں کو اپنی جنگ آپ لڑنے کے لئے چھوڑ دیا۔ میں ایک بار پھر آپ کو سعودی عرب میں مقیم شامی عالم دین محمد صالح منجد کی تحریر کی روشنی میں سیریا کے داخلی محاذوں کا نقشہ دکھانا چاہتا ہوں، یہ اگر چہ ناصحانہ جملے ہیں مگر ان میں حقائق بول رہے ہیں:

"الحمدللہ

(۱) اللہ کی سنت جاری ہے، اس کے اور مخلوق میں سے کسی کے درمیان نسب نہیں ہے، وہ مومنوں کو پاک صاف کرتا ہے اور خبیث وطیب میں امتیاز پیدا کرتا ہے اور ایک زمانے کے بعد ہی سبھی کافروں کو نابود کر کے ہی چھوڑتا ہے۔

(۲) یہاں تک کہ اگر اہل قتال میں بھی انحرافات ہوں۔ بری نیتیں ہوں، ان میں سے کچھ لوگوں میں غلو پایا جاتا ہو، مقصود ومطلوب دنیا، مال ومتاع اور سرداری ہو، دوسروں پر سرکشی اور زیادتی کرتے ہوں تو اس صفائی اور تمحیص میں انہیں بھی حصہ ملتا ہے۔

(۳) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہو گیا، یہاں تک کہ ان میں جنگیں بھی چھڑ گئیں تو ایمان وعلم میں ان سے کمتر لوگوں میں فتنوں کا داخل ہو جانا تو زیادہ قرین اور شدید ہے۔

(۴) جنگ کے میدانوں کا جہاں ہتھیار اٹھانا ہوتا ہے فتنوں میں ڈھل جانا نہایت آسان ہوتا ہے، ہتھیار اٹھانے والوں میں اگر میزان شریعت سے انضباط نہ ہو تو یہ فتنے بہت جلد موثر ہونے لگتے ہیں اور وہ خود بھی ہلاک ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتے ہیں۔

(۵) اسی لئے مسلمانوں کے اگلے معاشرے (یعنی صحابہ) کو علم، ایمان، عبادت اور دعوت وتربیت کی ایک لمبی مسافت طے کرنے کے بعد جس کی مدت تقریباً پندرہ سال تھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی اور اس کے بعد بھی وہ سلسلہ چلتا رہا تھا۔

(۶) قتال کے فتنے پر گفتگو کرنے سے پہلے فیصلے میں عذر اور عدل کے صحیح قیام کے لئے لازم ہے کہ شامی محاذ کے حالات وظروف کو سامنے رکھا جائے۔

(۷) شام میں قتال یوں شروع ہوا کہ:

● شام میں مجرم دشمن نے مسلمانوں کو اس طرح گرفت میں لیا کہ وہ خود تو اپنی فوج اور سازوسامان سے لیس ہو کر پوری طرح تیار تھا اور مسلمان نہتے اور خالی ہاتھ تھے۔

● اس میں جہاد درحقیقت دفاعی ہے، اس کے بعد دفاع کے لئے مسلمانوں کے دستے وجود میں آئے۔

● جغرافیائی عوامل، مصیبت زدہ شہروں کا تعدد، دفاع کا مزاج، اور کمزوروں کے دفاع پر آمادگی وتیاری، ان سب باتوں کی وجہ سے ایسے گروہ وجود میں آئے جو ایک جھنڈے کے نیچے نہیں تھے۔

● دنیا کے مجرم شام کے مسلمانوں کے خلاف اپنے کافر ومشرک سوار وپیادے بلا لائے تھے۔

● مسلمانوں کے بیچ ایک طرف سرکاری غنڈوں اور منافقوں کی گھس پیٹھ تھی تو دوسری طرف چور اور مجرم لوگ بھی ان میں در آئے تھے۔

(۸) یہ سب شامی جہاد کے خلاف خطروں کی کمین گاہ ثابت ہوئے۔

- داخلی اور خارجی طور پر تیار شدہ منافقوں کے دستے
- اہل غلو
- غنڈے اور چور
- سچوں کی خطائیں

(۹) جب غلط مقدمات برے نتائج کی طرف لے جاتے ہیں تو جو بھی امور قتال میں منہج نبوی سے منحرف ہوا اس کے قلبی اور اعتقادی انحراف نے ہتھیاروں سے دوسروں پر دست درازی تک پہنچا دیا۔

(۱۰) جب کسی گروہ نے ۔مثلاً۔ یہ اعتقاد جما لیا کہ اس نے اسلامی حکومت بنالی ہے اور اس کا قائد ہی امیر المؤمنین ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اس بات کا بھی اعتقاد رکھے کہ باقی سب لوگوں پر اسی کی سمع وطاعت واجب ہے اور جو اس کی امارت کے تحت نہیں ہے وہ اس سے خارج ہے۔ اور اب یہی حکومت حدود قائم کرے گی، شہروں پر امیر مقرر کرے گی اور پبلک پراپرٹی پٹرول اور گیہوں وغیرہ پر اسی کا تصرف چلے گا۔ اور انہیں یہ حق ہے کہ وہ دوسروں کو قوت کے ساتھ اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کردیں، جسے چاہیں موقوف کردیں، انہیں کو یہ اختیار ہے کہ وہ اسلامی عدالتیں قائم کریں اور جج مقرر کریں، ان کی اجازت کے بغیر جتنی دیگر عدالتیں قائم کی گئی ہیں وہ سب کالعدم ہیں۔

(۱۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ انحراف بستیوں اور علاقوں پر تسلط قائم کرنے کے لئے باہمی مقابلہ آرائی پر آمادہ کرتا ہے، اور اس کی نتیجے میں جنگ چھڑ جاتی ہے اور یہ صورت حال فتنے اور ناحق خونریزی کا بڑا سبب بن جاتی ہے۔

(۱۲) اس کے ساتھ اگر غلط طریقے سے تکفیر بھی شامل ہوجائے، اور اس کے نتیجے میں خون ومال حلال کئے جانے لگیں، جہالت کا عذر بھی قبول نہ کیا جائے، مجبور کئے ہوئے لوگوں اور شبہے میں پڑے ہوئے انسانوں کا فرق بھی مٹا دیا جائے تو پھر کیا کہنا۔

(۱۳) قاعدۂ تکفیر کی مخالفت.... بہت سے قواعد ہیں جنھیں اگر نظر انداز کردیا جائے اور اس کے ساتھ ہی خود رائی، کبر وغرور، تندمزاجی، ناتجربہ کاری، اور حکمتوں کا فقدان بھی کارفرما ہو تو یقینا خونریزی میں توسع اور بے انتہا اضافے سے بچنا ممکن نہیں۔

(۱۴) شام میں مسلمانوں کی باہمی خونریزی کا ایک سبب یقینا وہ منافق گروہ ہیں جو ان کے اندر گھس کر بڑی مکاری اور خباثت کے ساتھ باہمی نفرت کی آگ بھڑکاتے رہے۔

(۱۵) جس طرح ان کے سلف نے حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے گروہوں میں اپنی طرف سے پیش قدمی کرتے ہوئے جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ ان کے آدمی دو گروہوں کے بیچ پہنچ کر دونوں طرف سے گولی باری کی ابتدا کردیتے تھے۔ ایسا متعدد بار دیکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ذرائع ابلاغ جلتی پر تیل کا کام کرتے تھے اور دونوں گروہوں کے ترجمان کھڑا کر کے فتنے کو زبردست ہوا دیتے تھے۔

(۱۶) کچھ ایسے سرکاری آدمی بھی مجاہدوں میں گھس آئے تھے جن کی شکل وصورت اور دینداری سے لوگ دھوکہ کھا جاتے تھے اور وہ فتنوں کی آگ بھڑکانے میں کامیاب ہوجاتے تھے...(دیکھے:شیخ منجد کی الموقع الرسمی للشیخ محمد صالح المنجد)

کیا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہمیں ان بڑے بڑے اولیاء اللہ کی نصیحت نہیں یاد کرنی چاہیے کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل! تصفیہ (دین کو ان باتوں سے صاف کرنا ہے جو باہر سے اس کے اندر آگئی ہیں) اور اسی صاف ستھرے اسلام پر ان کی تربیت ہے۔؟

ہاں مسلمانوں کو اللہ کی مدد اسی سے حاصل ہوگی اور ان کی شوکت رفتہ کی بازیافت کا تنہا یہی راستہ ہے۔

❖ ❖ ❖

عقیدہ و منہج

شرک کے چند اسباب و وسائل

ابو عبد اللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی امت کو) ان تمام چیزوں سے ڈرایا ہے جو شرک تک پہنچاتی ہوں، یا اس میں جا واقع ہونے کا سبب ہوں، اور انہیں کھول کر واضح طور پر بیان بھی کر دیا ہے، ان میں سے چند وسائل و ذرائع مختصراً درج ذیل ہیں:

1 صالحین کی شانوں میں غلو:

یہ اللہ عز وجل کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''كَانَ بَيْن ادم وَنوح عَشْرَة قُرُون كُلّهمْ عَلَى الإِسلام''۔ (مستدرک حاکم، کتاب التاریخ، 546/2، فرماتے ہیں: ''یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور امام ابن کثیر نے اسے البدایۃ والنھایۃ (101/1) میں ذکر فرمایا ہے، اور امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے، دیکھئے: فتح الباری، 372/6)

حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گذری ہیں یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے تعلق قائم کرنے لگے اور آہستہ آہستہ زمین میں شرک داخل ہوا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں۔ (دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، 106/1)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ [نوح:23]۔

اور انھوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور نہ ہی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر لو، اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، تو انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی۔ (بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، 667/8، حدیث نمبر (4920))

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان قبر والے انبیاء وصالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہوجاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کئے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی دعوت دینے کی طرف پھیرتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام ومرتبہ والے انبیاء وصالحین کی تنقیص وتوہین کرتا ہے اور ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں۔(دیکھئے: تفسیر الطبری، 62/29، وفتح المجید شرح کتاب التوحید،ص:246)

اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ[النساء:171]۔

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ، اور اللہ پر حق بات ہی کہو، حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ ''کن'' سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا، اور اس کے پاس کی روح ہیں۔

2 تعریف میں مبالغہ اور حد سے تجاوز، اور دین میں غلو:

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

'' لاَ تُطْرُونِى كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا اَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ''۔(بخاری مع فتح الباری (انہی الفاظ کے ساتھ)، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ : " واذكر في الكتاب مريم۔۔۔"، 144/12،4786، اس کی شرح فتح الباری میں دیکھئے:149/12)

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھا دیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

نیز ارشاد ہے:

''إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ ، فَإِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ''۔(سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصیٰ ،26/5، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی،1008/2، واحمد،347/1)

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

3 قبروں پر مساجد کی تعمیر اور ان میں تصویر کشی:

نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خود ان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لئے جب ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِيكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' ۔(بخاری مع فتح الباری، کتاب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 523/1، 208/3، 187/7، و مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، 375/1)

بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے (بھلائی کی) حرص اور چاہت ہی تھی کہ جب آپ ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

''لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، قالت عائشة رضي الله عنها: يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا'' ۔(بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاة، باب: حدثنا ابو الیمان، 532/1، 200/3، 494/6، 186/7، 140/8، 277/10، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها، 337/1)

اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، مائی عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہود ونصاریٰ کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

''أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّى أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ'' ۔(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، 377/1)

سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔

4 قبروں کو سجدہ گاہ بنانا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قبر کو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے، اور آپ کے علاوہ مخلوق کے دیگر افراد بدرجۂ اولیٰ اس تحذیر وتنبیہ کے مستحق ہیں، ارشاد ہے:

''اللَّهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِى وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ'' ۔(مؤطا امام مالک، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب

جامع الصلاۃ، 172/1، یہ روایت امام مالک کے نزدیک مرسل ہے، اور مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں: ''اللهم لا تجعل قبري وثناً ولعن الله قوماً اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد'' والحلیۃ لابی نعیم، 317/7، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص:150)

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہو جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

5 قبروں پر چراغاں کرنا اور عورتوں کا ان کی زیارت کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ قبروں پر عمارت بنانا، ان پر چراغاں کرنا، ان کی گچکاری کرنا اور ان پر لکھنا (کتبے وغیرہ لکھ کر لٹکانا یا نصب کرنا) اور ان پر مساجد تعمیر کرنا وغیرہ شرک کے وسائل میں سے ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

'' لَعَنَ رَسُولُ اللهِ '' زَائِرَاتِ الْقُبُورِ ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ''

۔(سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، 94/4 ،وابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ النساء القبور،218/3، وترمذی، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجداً،136/2، وابن ماجہ فی الجنائز، باب النھی عن زیارۃ النساء للقبور ،502/1، و احمد،229/1، 287، 324، 337/2، 442/3، 443، وحاکم ،374/1، نیز حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں صاحب فتح المجید نے امام ابن تیمیہ سے جو کلام نقل فرمایا ہے اسے دیکھئے، ص:276)

اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

6 قبروں پر بیٹھنا اور ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ (دیکھئے: فتح المجید، ص:281)، اسی ضمن میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

''لاَ تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلاَ تُصَلُّوا إِلَيْهَا''۔(مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، 668/2)

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

7 قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں (نفل) نماز نہ پڑھنا:

نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ قبریں نماز کی جگہ نہیں ہے، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دور ہو یا نزدیک، لہٰذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

''لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ'' ۔(ابو داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، 218/2، (حسن سند سے)، واحمد،357/2، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداؤد، 383/1)

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

''إِنَّ لِلَّهِ مَلاَئِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلاَمَ'' ۔(نسائی، ابواب السھو، باب السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳/ ۴۳، واحمد، ۱/ ۴۵۲، وفضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاسماعیل القاضی، حدیث نمبر(21)، ص:24، اور اس کی سند صحیح ہے)

بے شک زمین میں چکر لگانے والے اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو۔(دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ لعبد الرحمن بن قاسم،174-165/6)

8 تصویریں اور قبروں پر قبّوں کی تعمیر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے۔

ابوالھیاج اسدی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ:

'' اَنْ لاَ تَدَعَ تِمْثَالاً إِلاَّ طَمَسْتَهُ وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ ''۔(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر ،666/2)

کوئی مجسمہ (اسٹیچیو) نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا کر رکھ دینا، اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔

9 تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لئے سفر کرنا:

جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند کیا ہے وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

'' لاَ تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الاَقْصَى '' ۔(صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ،63/3، ومسلم (انہی الفاظ کے ساتھ)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ،976/2)

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام، اور مسجد اقصیٰ۔

چنانچہ اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے کجاوے کسنا شامل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لئے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور (واپس آکر) بصرہ بن ابو بصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی، تو انھوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر میں نے تمھیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے!!، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''لاَ تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ---'' ۔(سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی یستجاب فیھا الدعاء یوم الجمعۃ،114/3، ومالک فی الموطا، کتاب

الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ ،109/1، مسند احمد،7/6، 397، نیز دیکھئے: فتح المجید،ص:289، وصحیح النسائی،309/1)

سفرنہیں کیا جاسکتا ہے مگر تین مسجدوں کے لئے۔۔۔

اسی لئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:''ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا آپ کے علاوہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لئے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا''۔(دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، 234/1)

10 قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے:

کیونکہ زیارت قبور کی دو قسمیں:

پہلی قسم: مشروع زیارت جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اوران کیلئے دعا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اور موت کی یاد کے لئے۔ بشرطیکہ اسی کے لئے خاص سفر نہ کیا جائے۔ نیز سنت نبوی کی اتباع کے لئے۔

دوسری قسم: مشرکانہ اور بدعی زیارت۔(دیکھئے: فتاوی ابن تیمیۃ،233/1، والبدایۃ والنھایۃ،123/14)

اوراس قسم کی تین قسمیں ہیں:

(الف) جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں اور یہ لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

(ب) جو مردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کردیتی ہے۔

(ج) جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا وہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے، یہ چیز متفقہ طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے۔(دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ،174-165/6)

! آفتاب کے طلوع وغروب کے وقت نماز ادا کرنا:

یہ بھی شرک کے وسائل میں سے ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کی مشابہت ہوتی ہے جو ان دونوں وقتوں میں سورج کا سجدہ کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَىْ شَيْطَانٍ''۔(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا، 568/1،حدیث نمبر(828))

اپنی نماز کے لئے سورج کے طلوع وغروب کے وقت کی تلاش نہ کرو، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شرک کے وسائل جو شرک تک پہنچاتے ہیں، ہر وہ وسیلہ و ذریعہ ہے جو شرک اکبر کا راستہ ہو، اور جن وسائل کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا ہے ان میں سے ذی روح اشیاء کی تصویر، ایسی جگہ نذر کا پورا کرنا جہاں کسی بت کی پرستش ہوتی ہو یا جاہلیت کا کوئی تہوار یا میلہ لگتا رہا ہو اور دیگر وسائل ہیں۔(دیکھئے: الارشاد الی صحیح الاعتقاد، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص:54-70،113-152)۔

۞۞۞

[۲]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام ابوالحسن ھکاری اور حافظ ابومحمد مقدسی نے اپنی سندوں سے ابوثور اور ابوشعیب تک روایت کیا کہ وہ دونوں ناصر حدیث امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

وہ سنت جس پر میں قائم ہوں اور وہ لوگ قائم تھے جنھیں میں نے دیکھا ہے مثلاً سفیان اور مالک وغیرہ وہ یہ ہے کہ لا إله الا الله محمد رسول الله کی شہادت کا اقرار کیا جائے، اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے آسمان میں اپنے عرش پر ہے، جیسے چاہتا ہے اپنی مخلوق سے قریب ہوتا ہے، اور جیسے چاہتا ہے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے...اور تمام اعتقادات کا ذکر کیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ حاکم نے فرمایا: میں نے اصم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ربیع کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ شافعی نے ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے ان سے پوچھا: ابوعبداللہ کیا آپ اس حدیث پر عمل بھی کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث بیان کروں اور اس پر عمل نہ کروں تو گواہ رہو کہ میری عقل چلی گئی ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: ابن ابی حاتم نے بھی اس کی تخریج آداب الشافعی ومناقبہ (ص ۹۳) میں کی ہے۔

اور یہ صحیح سند ہے۔ (مختصر العلوص ۱۷۶)

شیخ الاسلام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وطیب ثراہ

وجعل الجنة مثواه (۱۶۴-۲۴۱)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: اس باب میں اس امام سے جو باتیں منقول ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور بابرکت ہیں، کیونکہ وہی تو امتحان کے وقت سنت کے علمبردار اور صابر رہے تھے، جن کے متعلق جنت کی شہادت دی گئی ہے، ان سے تواتر کے ساتھ بلند رتبہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والوں کی تکفیر بیان کی گئی ہے، اور رویت، صفات، علو اور تقدیر کا اثبات شیخین کی تقدیم، اور یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے، ان کے علاوہ بھی دین کی بنیادی باتیں ان سے مروی ہیں جن کی شرح لمبی ہے۔

ابوبکر خلال کے شیخ یوسف بن موسیٰ قطان بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے کہا گیا: اللہ اپنے عرش پر ساتویں آسمان کے اوپر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، اور اس کی قدرت اور اس کا علم ہر جگہ ہے؟ فرمایا: ہاں وہ اپنے عرش پر ہے اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے ۔۱۹۸/(اسے خلال نے روایت کیا ہے) علامہ البانی فرماتے ہیں اس کی اسناد صحیح ہے۔ (مختصر العلو ۱۸۰-۱۹۰)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ابوطالب احمد بن حمید بیان کرتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو کہتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، اور تلاوت اس آیت کی کرتا ہے: (مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ) نہیں ہوتی ہے تین کی سرگوشی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: اس نے جہمیت کا مظاہرہ کیا ہے، یہ لوگ آیت کا آخری

حصہ لے لیتے ہیں، اور پہلا حصہ ترک کردیتے ہیں، ان پر تمہیں یہ پڑھنا چاہیے: (اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے؟ لہٰذا اس کا علم ان کے ساتھ ہے، اور سورۂ (ق) میں فرمایا: (وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ. وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ) اس کے اندر جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے ہم اسے جانتے ہیں اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ لہٰذا اس کا علم ان کے ساتھ ہے۔ (یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں قرآن کریم میں اللہ کے ساتھ ہونے کا بیان آیا ہے ان میں زیادہ تر علم مراد ہے اور اللہ کی ذات کا ساتھ ہونا کہیں مراد نہیں ہے)

مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (یعنی امام احمد) سے کہا: ایک شخص کہتا ہے: میں تو ایسے ہی کہتا ہوں جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ: (مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ) نہیں ہوتی ہے تین کی سرگوشی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ میں بس یہی کہتا ہوں اور اس سے آگے نہیں بڑھتا ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا:

''یہ جہمیہ کا کلام ہے بلکہ اس کا علم ان کے ساتھ ہے، کیونکہ آیت کی ابتدا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد اس کا علم ہے۔

اسے ابن بطہ نے کتاب ''الابانۃ'' میں عمر بن محمد رجاء سے بواسطہ محمد بن داود بواسطہ مروزی روایت کیا ہے۔

اور حنبل بن اسحاق فرماتے ہیں : ابوعبداللہ سے سوال ہوا کہ ''وهو معكم'' کا معنی کیا ہے تو انھوں نے فرمایا: (اس کا علم) اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ہمارا رب بلا کسی حد اور صفت (یعنی تاویل کے) عرش پر ہے۔ (اس کی تخریج لالکائی نے کی ہے)

اثرم بیان کرتے ہیں : میں نے ابوعبداللہ سے کہا: ایک محدث نے ایک حدیث بیان کی اور میں وہاں موجود تھا کہ ''يضع الرحمان فيها قدمه'' رحمان اس میں اپنا قدم رکھے گا۔ اور ان کے پاس ایک لڑکا تھا، چنانچہ وہ لڑکے کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اس کی کوئی تفسیر ہے (یعنی قدم اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کی تاویل ہے) تو ابوعبداللہ نے فرمایا: اسے دیکھو، یہ تو ٹھیک ایسے ہی کہتا ہے جیسے جہمیہ کہتے ہیں!

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں : ہم سے صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو قرآن کے غیر مخلوق ہونے کی دلیل میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ) رحمان نے قرآن سکھایا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قرآن اس کے علم سے ہے۔

یعقوب دورقی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے احمد نے فرمایا کہ لفظیہ بھی جہم کے کلام ہی کے گرد گھومتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جبرئیل کوئی مخلوق چیز لے کر آئے تھے۔ (حوالہ مذکور ۱۹۰-۱۹۱)

امام احمد بن حنبل کتاب الردعلی الجہمیہ میں جسے جمع اور ان سے روایت ان کے بیٹے عبداللہ نے کیا ہے ''باب بیان ماأنكرت الجهمية آن يكون الله على العرش'' میں فرماتے ہیں: میں نے ان سے کہا: تم لوگ اس بات سے انکار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے حالانکہ اس نے فرمایا ہے کہ (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) رحمان عرش پر قائم ہوا؟ انھوں نے کہا: وہ ساتویں زمین کے نیچے بھی اسی طرح ہے جس طرح عرش پر ہے اور آسمانوں اور زمین میں ہے۔ ہم کہتے ہیں مسلمانوں کے علم میں بہت سی جگہیں ایسی ہیں جن میں رب کی عظمت میں سے کوئی چیز نہیں ہے، تمہارے جسم، تمہارے اندرونی حصے، قضائے حاجت کے مقامات اور گندی جگہیں، ان میں رب کی عظمت سے کچھ بھی نہیں ہے اور اللہ عزوجل نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آسمان میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ ۝ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يُّرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا)(الملک:۱۶-۱۷)

''کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے۔ یا کیا تم اس بات سے نڈر ہو گئے ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔''

(اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ)(فاطر:۱۰)

''تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے''

(اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ)(آل عمران:۵۵)

''میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں۔''

(بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ)(النساء:۱۵۸)

''بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔''

(يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ)(النحل:۵۰)

''اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، کپکپاتے رہتے ہیں۔''

ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بتادیا ہے وہ کہ آسمان میں ہے۔(کتاب العرش للذھبی۔جلد ۲ ص ۲۴۹-۲۵۰)

محدثین کرام رحمہم اللہ

امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (۱۹۴-۲۵۶)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح کے آخر میں کتاب الرد علی الجہمیہ باب قولہ تعالی: (وکان عرشه علی الماء) کے تحت بیان کرتے ہیں: قال ابو العالیة: استوی إلی السماء: ارتفع. ابوالعالیہ فرماتے ہیں: آسمان پر مستوی ہوا کا مطلب ہے بلند ہوا۔

اور مجاہد نے ''استوی'' کے متعلق فرمایا: ''علا علی العرش'' عرش پر بلند ہوا۔ اور ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''زوجنی الله من فوق سبع سموات'' اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے میرا نکاح کیا۔

پھر انھوں نے اکثر ان چیزوں کے لئے باب باندھا ہے جس کا انکار جہمیہ فرقہ کے لوگ کرتے ہیں، یعنی ''علو''، ''کلام'' ''دونوں ہاتھ''، ''دونوں آنکھوں'' کے متعلق آیات و احادیث سے ان ابواب میں اپنا استدلال پیش کیا ہے، انہیں میں سے کچھ ابواب حسب ذیل ہیں:

باب قوله : (إليه يصعد الكلم الطيب) اچھی باتیں اس کی طرف چڑھتی ہیں، باب قوله: (لما خلقته بيدي) جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اور باب قوله: (ولتصنع على عيني) تاکہ میری آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کی جائے، (باب كلام الرب عزوجل مع الانبياء) انبیاء کے ساتھ رب عزوجل کا کلام فرمانا۔

اسی طرح کے اور بھی ابواب ہیں جن پر اگر کوئی عقلمند انسان غور کرے تو ان کی تبویب سے سمجھ جائے گا کہ جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں، اور کلام میں تحریف کر دیتے ہیں، ان کی ایک خاص تصنیف بھی ہے جس کا نام انھوں نے ''كتاب افعال العباد في مسألة القرآن'' رکھا ہے۔

حافظ، علامہ اور غایت درجہ کے ذہین وفطین تھے، متقی پرہیزگار تھے، بلند رتبہ تھے، بے مثال تھے۔ ۲۵۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(مختصر العلو:۲۰۲)

(ان شاءاللہ جاری ہے)

بحث وتحقیق

گیارھویں کی شرعی حیثیت

کفایت اللہ سنابلی

● گیارھویں کی تشریح

(الف) گیارھویں کا تعارف:

ضیاءاللہ قادری صاحب لکھتے ہیں:

گیارہویں شریف درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث اعظم، شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرنا ہے۔[غوث الثقلین:۔ص:۲۱۷]۔

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں اس کا نام گیارہویں ہوتا ہے۔[جاء الحق:۔ص:۲۶۹]۔

(ب) وجہ تعیین اور وجہ تسمیہ:

گیارہویں کی وجہ تعیین اور وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف باتیں کہی جاتی ہیں:

● ۱: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا دن ۱۱/ربیع الثانی تھا اس لئے اس کا نام گیارہویں پڑا۔

واضح رہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کے بارے میں کافی اختلاف ہے:

آپ کی عمر کے سلسلے میں:

کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ۹۰ سال کی عمر پائی۔[سیر اعلام النبلاء:۔ج:۲۰،ص:۴۵۰]۔

کوئی کہتا ہے کہ ۹۱ سال کی عمر پائی۔[ھدیہ دستگیر:ص:۷]۔

کوئی کہتا ہے کہ ۹۲ سال کی عمر پائی ۔[مرآۃ الزمان بحوالہ مھینوں کی فضیلت وبدعات:۔ص:۵۸]۔

اور جس مہینہ میں وفات ہوئی اس سلسلے میں:

کوئی صفر کا مہینہ لکھتا ہے۔

کوئی ربیع الثانی کا مہینہ لکھتا ہے۔

اور جس تاریخ کو وفات ہوئی اس بارے میں بھی کئی اقوال ہیں:

(۱) ۸: (۲) ۹: (۳) ۱۰: (۴) ۱۱: (۵) ۱۳: (۶) ۱۷: (۷) ۲۷:

[بحوالہ مھینوں کی فضیلت وبدعات:ص:۵۸]۔

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں حافظ عبدالعزیز نقشبندی صاحب لکھتے ہیں:

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزارا اور بتاریخ ۸/ربیع الثانی بروز شنبہ ۹۱ سال کی عمر پا کر ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔[ھدیہ دستگیر:۔ص:۷]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَاشَ الشَّیخ عَبد القَادر تِسعِینَ سَنَة، وَانتقلَ إِلَی اللّٰہِ فِی عَاشَر رَبِیع الآخر سَنةَ إِحدیٰ وَسِتِّینَ وَخَمس مِئَة۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ۹۰ سال تک زندہ رہے اور ۱۰/ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔[سیرا علام النبلاء:۔ج:۲۰،ص:۴۵۰]۔

معلوم ہوا کہ ۱۱/ربیع الثانی کی تاریخ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تاریخ وفات ہے،ہی نہیں۔

● ۲: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیسواں گیارہ تاریخ کو کرتے تھے،اس لئے آپ کے ایصال ثواب کے لئے گیارہ تاریخ منتخب ہوئی۔

واضح رہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ چالیسواں کرتے تھے۔

● ۳: مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

حضورغوث پاک،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کے میلاد کے بہت پابند تھے ،ایک بارخواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا،ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں، یعنی لوگ گیارہویں سے تم کو یاد کریں گے،اسی لئے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفی علیہ السلام کی محفل ہوتی ہے تو ربیع الثانی میں حضورغوث پاک کی گیارہویں، چونکہ یہ سرکاری عطیہ تھا اس لئے تمام دنیا میں پھیل گیا۔[جاء الحق: ص:۲۶۹]۔

پہلی بات یہ کہ مذکورہ بات گپ اور جھوٹ ہے، دوسری بات یہ کہ قارئین یہاں پر تھوڑی دیر کے لئے غور کریں کہ جاءالحق کے مصنف مفتی صاحب نے عید میلاد کو گیارہویں کے مثل قرار دیا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح گیارہویں کا تعلق شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی وفات سے ہے اسی طرح جشن میلاد کا تعلق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہی سے ہے! یعنی یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میلاد پر نہیں بلکہ تاریخ وفات پر جشن مناتے ہیں ، بلکہ ایک زمانہ تک یہ لوگ اسے صراحت کے ساتھ بارہ وفات کہتے بھی تھے۔

● ۴: مفتی احمد یار نعیمی مزید لکھتے ہیں:

گیارہویں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی، اور ملازمین کا خیال یہ تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضورغوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو،لہٰذا جب وہ شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرینی لیتے آتے ،بعد نماز مغرب فاتحہ دی،یہ شب گیارہویں ہوتی تھی، یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا گیارہویں شریف نام ہی ہوگیا، اب جس تاریخ کو بھی حضورغوث پاک کی فاتحہ کریں یا **<u>کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں</u>** اس کا نام گیارہویں ہوتا ہے، یوپی اور کاٹھیاواڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے[جاءالحق:۔ص:۲۶۹]۔

قارئین غور فرمائیں کہ دنیائے بریلویت کی یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ عوام کی جہالتوں کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے، نیز ان کی عبارت پر غور کریں، اور دیکھیں کہ کس طرح صاف صاف لفظوں میں اقرار کیا جارہا ہے کہ گیارہویں میں غیراللہ کے نام پر خرچ کیا جاتا ہے۔

● گیارھویں کی اقسام

(الف) گیارھویں کی قسمیں بلحاظ زمان ووقت:

۱: بڑی گیارہویں:

یہ گیارہویں ماہ ربیع الآخر میں گیارہ تاریخ کو کی جاتی ہے،

چونکہ پورے سال میں اس تاریخ کو سب سے زیادہ گیارہویں کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے اسے بڑی گیارہویں کہا جاتا ہے۔

۲: چھوٹی گیارہویں:

یہ گیارہویں ہر اسلامی ماہ کی گیارہ تاریخ کو کی جاتی ہے۔

خلیل احمد رانا لکھتے ہیں:

موجودہ دور میں ایصال ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام گیارہویں شریف کا بھی آتا ہے، حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصال ثواب کا نام گیارہویں مشہور ہو گیا۔[گیارھویں کیا ھے؟:ص:۴]۔

۳: عام گیارہویں:

مفتی احمد یار نعیمی مزید لکھتے ہیں:

اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں اس کا نام گیارہویں ہوتا ہے، یوپی اور کاٹھیا واڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔[جاء الحق:۔ص:۲۶۹]۔

(ب) گیارہویں کی قسمیں بلحاظ کیفیت:

کیفیت وعمل کے لحاظ سے گیارہویں کی درج ذیل تین قسمیں ہیں:

۱: قربانی:

بعض لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر بکرا خریدتے ہیں اور پھر شیخ رحمہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اور ان سے اپنی بگڑی بنوانے کے لئے، گیارہویں کا نام دے کر اسے ذبح کرتے ہیں۔

اور بعض ظالم بدعتی تو ایسے بھی ہیں جو عیدالاضحیٰ کی قربانی میں بھی گیارہویں کی نیت کر لیتے ہیں، جیسا کہ ہم نے گلبرگہ میں سنا ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

۲: نذر ونیاز:

بعض لوگ یہ نذر مانتے ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں گیارہویں کروں گا، اور کام ہوجانے کی صورت میں اس پر عمل کرتے ہیں۔

۳: ایصال ثواب:

بعض لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر ایصال ثواب کے نام پر گیارہویں کرتے ہیں۔[غوث الثقلین:۔۲۱۷]۔

لیکن یہاں بھی نیت یہی ہوتی ہے کہ ایسا کر کے ہم ان کی نظر میں محبوب بنیں گے اور پھر وہ ہماری مدد کریں گے۔

● گیارھویں کی شرعی حیثیت

قربانی کی شکل میں گیارہویں کاحکم:

یہ گیارہویں شرک ہے اور ایسا کرنے والا ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، کیونکہ قربانی عظیم الشان عبادت ہے اور یہ عبادت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ}[۶/الانعام:۔۱۶۲۔۱۶۳]۔

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا

ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ۔

ایسے آدمی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے جو آدمی اپنے والدین پر لعنت کرتا ہے ایسے آدمی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لئے ذبح کرے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے کہ جو کسی بدعتی آدمی کو پناہ دیتا ہے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہوتی ہے کہ جو آدمی زمین کی حدبندی کے نشانات کو مٹاتا ہے۔[صحیح مسلم:۱۵۶۷/۳، رقم:۱۹۷۸]۔

نذر و نیاز کی شکل میں گیارہویں کا حکم:

یہ گیارہویں بھی شرک ہے، کیونکہ نذر ایک عبادت ہے جو صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر کا تذکرہ یوں کیا ہے:

{إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}[آل عمران:۳۵]۔

جب عمران کی بیوی نے کہا کے اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔

اور دوسری جگہ مریم علیہا السلام کی نذر کا تذکرہ اس طرح ہے:

{فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا}[مریم:۲۶]۔

اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمان کے نام کا روزہ رکھا ہے۔ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔

معلوم ہوا کہ نذر ونیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، کفار مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر ونیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

{مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ}[المائدۃ:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

{وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ} [الأنعام:۱۳۶]۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ

کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی، اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے کیا برا فیصلہ وہ کرتے ہیں۔

احادیث رسول ﷺ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی۔

چنانچہ صحابی رسول عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

[مسند أحمد ط الرسالة:۔ ۱۱/۵۵۸، رقم:۶۹۷۵ وسنده حسن]۔

نذر صرف اور صرف اللہ کی رضا ہی کے لئے ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ تمام فقہاء نے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ دیکھئے: [الردالمحتار علی الدرالمختار:۔ ۲/۱۲۸، البحرالرائق:۔ ۲/۲۹۸، فتاویٰ عالمگیری: ۱/۲۱۶]۔

ایصال ثواب کی شکل میں گیارہویں کا حکم:

اگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لئے ایصال ثواب کے ساتھ ساتھ یہ نیت بھی ہو کہ ایسا کرنے سے وہ ہماری بگڑی بنائیں گے تو یہ گیارہویں بھی شرک ہے، اور اگر یہ نیت نہ ہو اور مقصد صرف ایصال ثواب ہو تو یہ بدترین بدعت وضلالت ہے، کتاب وسنت میں اس طرح کے ایصال ثواب کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ کتاب وسنت سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

{وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى} [النجم:۳۹]۔

اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

{وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ} [فاطر:۱۸]۔

کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو تو صرف انہی کو آگاہ کرسکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور جو بھی پاک ہوجائے وہ اپنے نفع کے لئے پاک ہوگا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

اور صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

... مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔ [صحیح مسلم :۔ ۴/۲۰۷۴، رقم:۲۶۹۹]۔

اور جس شخص کو اس کے اپنے اعمال نے پیچھے کردیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

معلوم ہوا کہ گیارہویں کی یہ شکل بھی غیر شرعی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ گیارہوں کے نام کی عبادت اپنی تمام قسموں کے ساتھ غیر شرعی ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی گنجائش نہیں اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔۔

❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۱۴]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۳۴- تمام معاملات میں توسط اور اعتدال:

وسطیت اس امت کی اہم ترین خصوصیت ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا}[البقرۃ:۱۴۳]۔

اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے۔

استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ مسلمان کے لئے اپنے دین کے احکام کی معرفت، اور اپنے اور دوسروں کے فرائض اور ذمہ داریوں کی معرفت میں ممد و معاون ہے۔ تاکہ وہ افراط، تشدد اور غلو یا تفریط، لاپروائی اور جفاکاری وغیرہ کے ذریعہ شیطانی راہوں کی نذر نہ ہوجائے، جس میں بہت سارے لوگ ملوث ہوچکے ہیں۔

جب مسلمان استقامت پرست ہوتا ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے تو اسے مالہ وماعلیہ کی معرفت ہوجاتی ہے جس سے اس کا عقیدہ، عبادات و معاملات اور تمام تر تعلقات درست ہو جاتے ہیں، کیونکہ استقامت ہی اللہ کا وہ دین ہے جسے اللہ نے صفت ''وسط'' اور امت کو صفت ''عدل'' سے متصف فرمایا ہے۔

ارشاد باری ہے:

{اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ}[الفاتحۃ:۶]۔

ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما۔

نیز ارشاد ہے:

{وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ}[الانعام:۱۵۳]۔

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو، دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين'' (اسے امام احمد، نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۲۶۸۰))۔

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

نیز ارشاد ہے:

"من رغب عن سنتي فليس مني" (اسے امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)۔

جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "استقامت کا مطلب افراط وتفریط اور تساہل ولا پروائی اور غلو وتشدد کے درمیان توسط واعتدال ہے، یہی استقامت کی راہ ہے' کیونکہ اللہ کا دین غلو کار اور جفا کار کے درمیان ہے' غلو کار وہ ہے جو زیادتی اور شدت برتے اور جفا کار وہ ہے جو متساہل اور کوتاہ عمل ہو' جسے اپنے دین کی کوئی پرواہی نہ ہو' جس طرح غلو کار اور متشدد اپنی عبادت اور تمسک میں زیادتی کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کررہا ہوں' یہ جفا کار اُس کے برعکس ہوتا ہے، کیونکہ جو راہ اعتدال سے نکل کر اس سے بہک گیا 'خواہ تساہل کی بنا پر یا تشدد کی' وہ اللہ عزوجل کی شریعت سے نکل گیا۔

لہٰذا استقامت عبادت میں تساہل وجفا کاری اور افراط وتشدد اور زیادتی کے درمیان اعتدال وتوسط کی راہ ہے' اور یہی راہ استقامت ہے" (دیکھئے: الاستقامۃ، از شیخ صالح الفوزان، ص ۸-۹)۔

۳۵۔ حسن خاتمہ:

ہم اخیر میں استقامت کے فضائل کا اختتام اس مسئلہ یعنی حسن خاتمہ کے ذریعہ کررہے ہیں' ہم اللہ سے حسن خاتمہ نیک انجام کار کے لئے دعا گو ہیں۔

استقامت کی ایک بہت بڑی فضیلت حسن خاتمہ ہے کیونکہ اللہ کے دین پر مستقیم شخص ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے' لہٰذا اس کی صبح وشام نیکیوں ہی میں گزرتی ہے' اس نے سالہا سال کی مدت سے اپنے آپ کو نیکیوں اور عبادات کا عادی بنایا ہے' جس سے اس کا اسلام عمدہ' ایمان مکمل اور اللہ پر یقین وتوکل قوی تر ہو چکا ہے' اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

لہٰذا استقامت ان شاء اللہ صاحب استقامت کی حفاظت کرے گا' کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ سے وابستہ رہتا ہے' اس کا معمولی وقت بھی اللہ سے غفلت نسیان میں نہیں گزرتا' لہٰذا اس کی موت جس قدر بھی ہنگامی آئے' وہ یا تو کوئی نیکی کررہا ہوگا' یا نیکی سے جلد ہی فارغ ہوا ہوگا' جس سے اس کا خاتمہ نیک عمل کرتے ہوئے یا اس کے فوراً بعد ہوگا' اور نبی کریم ﷺ نے صحیح حدیث میں بتلایا ہے کہ جس کا خاتمہ نیک عمل پر موت کی حالت میں ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من قال لا إله إلا الله ابتغاء وجه الله ختم له بها دخل الجنة، ومن صام يوماً ابتغاء وجه الله ختم له به دخل الجنة، ومن تصدق بصدقةٍ ابتغاء وجه الله ختم له بها دخل الجنة" (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، صحیح الترغیب والترھیب (۹۸۵))۔

جس نے اللہ کے رخ کریم کے لئے 'لا إلہ إلا اللہ' کہا'

اُسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا وہ جنت میں جائے گا' اور جس نے اللہ کے رخ کریم کے لئے ایک دن کا روزہ رکھا' اُسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا وہ جنت میں جائے گا' اور جس نے اللہ کے رخ کریم کے لئے کوئی صدقہ کیا' اُسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا وہ جنت میں جائے گا۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إذا أراد الله بعبد خيراً استعمله، قيل: كيف يستعمله؟ قال: يوفقه لعمل صالح قبل الموت ثم يقبض عليه" (اسے امام احمد' ترمذی' ابن حبان اور طبرانی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۳۰۵،۳۰۶))۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس سے نیک عمل کرواتا ہے، دریافت کیا گیا: کیسے عمل کرواتا ہے؟ آپ نے فرمایا: موت سے پہلے اسے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے اور اسی حال میں اس کی روح قبض کرلیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

"من مات على شيء بعثه الله عليه" (اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

جو جس حال میں مرے گا اللہ عزوجل اُسے اسی حال میں اٹھائے گا۔

ہم نے کتنے صالحین کی موت کے قصے سنے ہیں کہ فلاں کی موت اس حال میں ہوئی کہ دنیا سے جاتے ہوئے اس کا آخری عمل کلمۂ 'لا إله إلا الله' کی شہادت تھا' یا روزہ تھا' یا تلاوت کلام پاک تھا' یا عبادت یا دعوت الی اللہ کی غرض سے کوئی سفر تھا' وغیرہ۔ بلکہ اللہ کی قسم! بعض اہل استقامت اور نیک کاروں کی موت تو عین حالت نماز میں ہوئی۔

اور اس کے بالمقابل ہم نے کتنے غافل اور استقامت سے دور لوگوں کی موت کے قصے سنے ہیں کہ ان کی موت اس حال میں ہوئی کہ دنیا سے جاتے ہوئے ان کا آخری عمل گناہ و معاصی تھا' یا مخدرات و منشیات کا استعمال تھا' یا زناکاروں بدکاروں' فسادیوں کی ہم نشینی تھا' یا اس کے علاوہ دیگر ایسی بداعمالیاں تھیں کہ بلاشبہ انہیں قیامت کے دن ان حالتوں میں اٹھایا جانا اچھا نہ لگے گا' ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تمام امور میں ہمارا انجام کار نیک فرمائے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچائے۔ آمین

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل استقامت کو' جو اللہ کے اوامر کی بجا آوری کرتے ہیں' عظیم فضائل اور بے پایاں بھلائیوں کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

{وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا} [النساء:۶۶-۶۸]۔

اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو

یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہو۔اور تب تو انہیں ہم اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں۔ اور یقیناً انہیں راہ راست دکھا دیں۔

ان آیات میں اللہ نے انہیں چار عظیم امور کا وعدہ فرمایا ہے:

۱۔ خیریت: جیسا کہ {لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ} میں ارشاد فرمایا، یعنی وہ نہایت بہتر لوگوں میں سے ہوجائیں گے اور شر و برائی کی صفت ان سے زائل ہوجائے گی۔

۲۔ اعمال صالحہ پر استقامت اور ہمیشگی برتنے کے سبب' دنیا و آخرت میں جماؤ' مضبوطی اور ثابت قدمی کا حصول: جیسا کہ {وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا} میں فرمایا۔

۳۔ عظیم اجر وثواب: جو اللہ عزوجل' دین پر ثابت قدم رہ کر اپنے اطاعت اور اوامر کی بجا آوری کرنے والوں عطا فرماتا ہے۔

اور اللہ عزوجل نے اس اجر کو کثرت اور شرف قدر کے سبب ''عظیم'' کی صفت سے متصف کیا ہے' اور جس چیز کو سب سے عظیم ترین ہستی (اللہ عزوجل) ''عظیم'' کی صفت سے متصف فرمائے وہ چیز بلاشبہہ حد درجہ عظیم اور انتہائی جلیل القدر ہوگی۔

اور فرمان باری {مِّنْ لَّدُنَّآ} (اپنی طرف سے) میں تخصیص پائی جاتی ہے' جس سے اس اجر وثواب کی عظمت دوبالا ہوجاتی ہے۔

۴۔ صراط مستقیم کی رہنمائی: جیسا کہ {وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا} میں ارشاد فرمایا، یہاں صراط مستقیم کی ہدایت کے شرف کے سبب خصوصیت کے بعد عموم کا تذکرہ ہے' کیونکہ اُن کی اطاعت اور حسن تابعداری کے سبب' یہ شرف صراط مستقیم کی توفیق اور اس پر ثابت قدمی کو بھی شامل ہے۔

پھر اللہ عزوجل نے اس مبارک سلسلہ کا اختتام مخلوقات کے معزز ترین لوگوں کے ساتھ اہل استقامت کے دخول جنت کے وعدہ پر کیا ہے' جو چار طرح کے لوگ ہیں: انبیاء' شہداء' صدیقین اور صالحین' چنانچہ ارشاد ہے:

{وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا}[النساء:٦٩]۔

اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے' وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ' یہ بہترین رفیق ہیں۔

اور فرمان باری {وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا} میں اس عظیم نعمت' نعمتوں بھری جنتوں میں ان اخیار کے ساتھ حقیقی ہم نشینی' اور رب العالمین کے جوار میں ان کی قربت سے محظوظ ہونے پر اللہ کی ثناخوانی ہے (دیکھئے: تفسیر ابن سعدی' تفسیر صفوۃ الآثار والمفاھیم از دوسری، زیر نظر آیت کریمہ کے تحت)، ہم اللہ عزوجل سے اس کے فضل کے خواستگار ہیں۔

***

گوشۂ خواتین

مغرب کا عورت سے ہمدردی کا دعوی جھوٹا ہے

یہ رہا ثبوت!

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

تو پھر اسلام نے عورت کو کیا دیا؟

پچھلے شمارے (دسمبر 2016) میں ہم نے مغرب کے دوغلے پن کو واضح کیا تھا کہ کس طرح اس کے قول وعمل میں تضاد ہے، اس نے عورت سے ہمدردی کا جھوٹا مکھوٹا لگا کر عورت کو فقط اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا ہے، "آزادیٔ نسواں" اور "مساوات مرد و زن" کی آڑ میں عورت کا بے پناہ استحصال کیا ہے جس کے نتیجے میں عریانی و فحاشی سمیت دیگر مفاسد معاشرے میں رونما ہوئے ہیں، مغرب اپنی ان تمام بدتمیزی و بے راہ روی کے باوجود اسلام جیسے محسن انسانیت دین پر الزام تراشیاں کرتا رہا ہے کہ اسلام عورت کے حقوق کا استحصال کرتا ہے، یعنی "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔

لہذا آیئے لگے ہاتھوں ہم یہ بھی ذکر کر دیں کہ اسلام نے عورت کو کیا دیا اور اسلام کے عورتوں پر کس قدر احسان عظیم ہیں.

1۔ جینے کا حق:

اہل عرب میں بہت سی برائیاں عام ہو چکی تھیں، انہیں برائیوں میں سے ایک بہت ہی بدترین برائی تھی" لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا"، اس گناہ عظیم میں اگرچہ سارا عرب معاشرہ ملوث نہیں تھا کہ اگر ایسا ہوتا تو نسل کا تسلسل منقطع ہو گیا ہوتا لیکن جتنے لوگوں میں بھی یہ برائی رہی ہو بہرحال ان میں اس شیطانی برائی کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

لڑکیوں کی پیدائش پر وہ شرمندگی محسوس کرتے تھے، سب سے پہلے اسلام ہی نے ان کے اس طرزِ فکر پر تنقید کی، قرآن میں اللہ نے ان کی اس گھٹیا سوچ پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:

(وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ) (سورۃ النحل، آیت :59-58)

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ (مارے افسوس کے) سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں وہ گھٹنے لگتا ہے، جو بری خبر اسے سنائی گئی ہے اس کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس لڑکی کے وجود کی ذلت کو یونہی برداشت کرتا پھرے یا اسے مٹی میں دبا دے، ہائے

کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں وہ" (النحل، آیت نمبر: 59-58)۔

پوری دنیا کے اے یہود ونصاریٰ! آخر کس منہ سے تم عورت کی ہمدردی کی بات کرتے ہو، زمانہء جاہلیت میں اہل عرب لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور آج تم نے اپنے ہر طرح سے ترقی یافتہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود دنیا کو ماں کے پیٹ ہی میں لڑکی کو قتل کرنے کا راستہ دکھایا، تم نے آلات ایجاد کیے کہ ایام حمل ہی میں جنس کی جانچ کے ذریعے یہ پتہ لگانا ممکن ہے کہ ماں کے پیٹ میں پلنے والا جنین لڑکا ہے یا لڑکی، پھر تم نے ایسے بھی آلات ایجاد کیے کہ اگر آپ بیٹی نہیں چاہتے تو بچی کو ماں کے پیٹ ہی میں قتل کر سکتے ہیں، اگرچہ بہت سے ممالک نے جنس کی جانچ اور حمل گروانے کو غیر قانونی (illegal) قرار دیا ہے لیکن بہرحال تم نے abortion کا راستہ تو دکھا دیا، رشوت کے ذریعے اس دنیا میں کونسا غیر قانونی کام نہیں ہوتا!!!

اب آؤ! میں تمہارے سامنے اسلامی تعلیم واضح کروں اور بتاؤں کہ لڑکیوں کے قتل کے اس ظلم عظیم کے خلاف آواز اٹھانے والا کونسا مذہب ہے، کس نے یہ باور کرایا کہ لڑکیوں کو بھی جینے کا حق ہے، محسنِ انسانیت جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے اور آخری مشفق ومحترم قائد ہیں کہ جنہوں نے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور دنیا والوں کو یہ پیغام سنایا: عن المُغيرةِ بنِ شُعبةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عنْ رسولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالَ: ((إنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ البنات))

(بخاری، حدیث نمبر: 2408، مسلم حدیث نمبر: 593)

"کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کو حرام قرار دیا ہے" (بخاری: 2408، مسلم :593)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے اس قتل کو روکنے کے لیے نہ صرف یہ کہ اس عمل کی شدید مذمت بیان کی بلکہ بیٹیوں کی پرورش پر اپنی معیت میں دخول جنت کی خوشخبری بھی سنائی، جیسا کہ حدیث میں ہے: عن انس رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة أنا وهو هكذا، وضم أصابعه (مسلم حدیث نمبر: 2631)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو بیٹیوں کی بلوغت تک پرورش کی، وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ہونگے، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا (مسلم 2631)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَن عالَ جاريتينِ دخلتُ أنا وهو الجنَّةَ كهاتينِ وأشار بإصبَعَيهِ" (ترمذی، حدیث نمبر: 1914)

یعنی" جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہونگے، آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے بتایا (ترمذی: 1914)

اب مجھے بتاؤ کہ ایک طرف تم لڑکیوں کو قتل کرنے کے آلات

ایجاد کر رہے ہو اور دوسری طرف اسلامی تعلیمات دنیا کو لڑکیوں کے قتل سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے تو عورتوں کا سچا محسن وہمدرد کون ہوا؟؟؟

2۔اگر عورت ماں ہے تو:

اگر عورت ماں ہے تو اسلام جنت کا حصول اس کی خدمت میں بتاتا ہے،جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

جاہمہ السلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شمولیت کی اجازت طلب کی ،تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے؟

جاھمۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں!

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا " پس تم اس کے ساتھ رہو، کیونکہ جنت اُس کے دونوں قدموں کے نیچے ہے"

(سُنن النسائی، حدیث نمبر:3117،،ابن ماجہ حدیث نمبر: 2781،،درجہ صحت حسن،صحیح)

بتایئے! اس سے زیادہ عورت کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا کہ اگر عورت ماں ہے تو اسلام اس کے قدموں تلے جنت بتا کر اس کی خدمت کو اولاد پر فرض قرار دیتا ہے.

مغرب اسلام پر اعتراض کرتا ہے کہ اسلام مرد کو عورت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جبکہ بعض معاملات میں مسئلہ اہمیت کا نہیں صلاحیت ومناسبت کا ہے، اسلام قیادت وسیادت مرد کے ہاتھ میں سونپتا ہے کیونکہ مرد اپنی فطری طاقت وقوت کے اعتبار سے حاکم ولیڈر اور کمانڈر وفوجی بننے کا مکمل اہل ہے، جنگ لڑنا عورت کے بس کی بات نہیں،لیکن ایسا نہیں ہے کہ اسلام ہر معاملے میں مرد کو عورت پر ترجیح دیتا ہے،بعض جگہ اسلام نے پوری تصریح کے ساتھ عورت کو مرد پر ترجیح واہمیت دی ہے، مثال کے طور پر یہ حدیث پڑھیے:

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال : - جاء رجلٌ إلى رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسولَ اللهِ، من أحقُّ الناسِ بحُسنِ صَحابتي؟ قال: أُمُّك. قال: ثم من؟ قال: ثم أُمُّك. قال: ثم من؟ قال: ثم أُمُّك. قال: ثم من؟ قال: ثم أبوك۔

(صحیح البخاری:5971)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: " میرے حسن صحبت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ۔'' (بخاری:5971)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبُوكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (صحیح مسلم:2548)

''تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر جو شخص زیادہ قریب ہے، وہ اسی قدر زیادہ مستحق ہے۔'' (مسلم:

2548)

3۔اگرعورت بیوی ہےتو:

اگرعورت بیوی ہےتو اسلام اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دیتاہے،ارشادِباری تعالیٰ ہے:

(وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ). (النساء،19) ''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو''۔(النساء،آیت نمبر:19)

بلکہ اسلام بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے شخص کو بہترین مسلمان قرار دیتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأهلِهِ وأنا خَيْرُكُمْ لأهلِي.

(سنن الترمذی:3895)

یعنی" تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں"

(ترمذی،حدیث نمبر:3895)

کیا اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے یہاں بھی عورت کی ہمدردی میں اس طرح کی تعلیمات پائی جاتی ہیں؟؟؟

4۔اگرعورت نیک عمل کرےتو:

اگرعورت نیک عمل کرتی ہےتو اسلام کی نگاہ میں اسے اتنا ہی اجروثواب ملتاہے جتنا مرد کو ملتاہے،اجروثواب کی ادائیگی میں اس کی کوئی حق تلفی نہیں کی جاتی،اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو متعدد مقامات پر واضح کیاہے،اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا)(النساء،آیت:124)

"اور جو کوئی ایمان والا ہوگا اور نیک عمل کرے گا،مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر رتّی برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا"(سورۃ النساء آیت 124)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

(مَن عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَو أُنثَى وَهُوَ مُؤمِنٌ فَلَنُحيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجزِيَنَّهُم أَجرَهُم بِأَحسَنِ مَا كَانُوا يَعمَلُونَ)(النحل،آیت نمبر:97)

"ایمان والوں میں سے جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت تو یقیناً ہم اسے پاکیزہ زندگی میں زندہ رکھیں گے اور ضرور انہیں ان کے کاموں کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے"۔(سورۃ النحل آیت 97)

اسلام کا یہ اصول عورت کے ساتھ ہمدردی وعدل وانصاف کا بین ثبوت اور بہت بڑی دلیل ہے۔

لہذا پتہ چلا کہ اسلام ہی خواتین کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ ہے، مغربی بھیڑیے ''مساوات مرد وزن'' "آزادی نسواں" اور "حقوقِ نسواں" کے دام فریب میں لے کر عورت سے اپنا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اسلام عورت کے سر کے بالوں سے لیکر اس کے پاؤں کے ناخنوں تک کا محافظ اور ان کے حقوق کے پاسدار ہے۔

(ختم)

❖ ❖ ❖

دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صحابہ کرام کے منہج اتباع سے مستفاد اصول

نصوص کے فہم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابہ کا منہج سب سے زیادہ سلیم اور معیاری ہے ۔ اللہ رب العزّت نے اّمت کی ساری نسلوں سے اسی منہج کی اتباع کا مطالبہ کیا ہے۔ اس مضمون میں ہم صحابہ کے منہج کی خصوصیات کا ذکر کریں گے۔

1: تمام نصوص پر ایمان

اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے جو وحی اتاری ہے وہ دو ہی شکلوں میں محفوظ ہے۔ ایک اللہ کا کلام جس ہم وحی متلو کہتے ہیں دوسرا نبی کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت جسے علماء کی اصطلاح میں وحی غیر متلو کا نام دیا جاتا ہے۔ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت ان دونوں ہی شکلوں میں محفوظ ہے۔ ایک خیر الکلام ہے اور دوسرا خیر الہدیٰ۔ ان دونوں کے علاوہ دین میں اور کسی چیز کا اضافہ شرالامور (بدترین کام) قرار دیا گیا ہے۔

عظمت اور فضیلت کے اعتبار سے قرآن کا مرتبہ یقینا سنّت سے بڑا ہے کہ قرآن اللہ رب العزّت والجلال کا کلام ہے، اس کے الفاظ و معانی اللہ کے ہیں اس کے ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ لیکن جہاں تک بات تشریع کی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی تشریع میں وہی درجہ حاصل ہے جو قرآن کو۔ جس طرح قرآن کو کسی شئی کے واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی شئی کو واجب، حرام، مکروہ، مستحب اور مباح قرار دیتے ہیں۔ شریعت کے معاملہ میں جتنی اطاعت اللہ کی واجب ہے اتنی ہی رسول اللہ ﷺ کی بھی۔ جس طرح اللہ کی نافرمانی گناہ ہے رسول اللہ کی نافرمانی بھی اسی درجہ میں گناہ ہے۔ خود قرآن مجید واضح لفظوں میں یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت بھی بالواسطہ اللہ ہی کی اطاعت ہے: (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (النساء:80)

نبی کریم ﷺ نے بھی اس امر کی صریح وضاحت فرمادی ہے :أيحسب أحدكم متكئا على أريكته قد يظن أن الله لم يحرم شيئا إلا ما في هذا القرآن ألا وإني والله قد وعظت وأمرت ونهيت عن أشياء إنها لمثل القرآن أو أكثر.. الحديث "

کیا تم میں سے کسی کو یہ کافی ہے کہ وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا یہ خیال کرے کہ اللہ نے وہی کچھ حرام کیا ہے جو اس قرآن میں ہے، خبردار اللہ کی قسم میں نے وعظ ونصیحت کی ہے، اور حکم دیا ہے، اور بہت ساری اشیاء سے روکا بھی ہے یقینا یہ قرآن کی طرح ہی ہیں یا اس سے زیادہ....(أبو داود كتاب الخراج والإمارة والفيء، الصحيحة:٨٨٢)

رسول اکرم ﷺ نے قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے کو ہی گمراہی اور ضلالت سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ گمراہی کے سارے راستے ان میں سے کسی ایک چھوڑ دینے سے کھلتے ہیں ۔ رسول اکرم ﷺ کی احادیث کا انکار اور آپ کی سنّتوں کی تحقیر ہی دین میں سب سے پہلے بدعات کا دروازہ کھولتی ہیں اس لیے نبی ﷺ خطبہ حاجۃ میں بدعات کی گمراہی بیان کرنے سے پہلے ہمیشہ قرآن اور سنت کی اہمیت بیان فرماتے تھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امّت کو حدیث کی حجیّت اور عظمت کے خلاف اٹھنے والی آوازوں سے خبردار کیا تھا۔ آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو گاؤ تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لیے قرآن کافی ہے وہی لاؤ ہم کو حدیثوں کی ضرورت نہیں۔ صحابہ نے اپنے قول وعمل سے سنّت رسول کو ہمیشہ اہل بدعات کی دست اندازیوں سے محفوظ رکھی۔ اپنے زمانہ میں سنّت رسول کی تخفیف اور حدیث رسول کے انکار کی کسی آواز کو پنپنے نہیں دیا۔ سنّت رسول اور نصوص وحی کے لیے صحابہ کی تعظیم ہم پچھلے مضامین میں بیان کر چکے ہیں۔ صحابہ کرام رسول کی اطاعت کو اللہ ہی کی اطاعت جانتے تھے۔ اطاعت اور تسلیم میں ان دونوں کے درمیان کسی بھی طرح کی تفریق کے قائل نہیں تھے۔ سنّت کی حجّیت پر صحابہ کرام کا ایمان ان دو واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ فَجَاءَتْ فَقَالَتْ إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِي أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ مَا تَقُولُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ أَمَا قَرَأْتِ وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا قَالَتْ بَلَى قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ قَالَتْ فَإِنِّي أَرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُونَهُ قَالَ فَاذْهَبِي فَانْظُرِي فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذَلِكَ مَا جَامَعْتُهَا.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گود وانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کیلئے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے معروف تھی وہ آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا آخر کیوں نہ میں انہیں لعنت کروں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے۔ اس عورت نے کہا کہ قرآن مجید تو میں نے بھی پڑھا ہے لیکن آپ جو کچھ کہتے ہیں میں نے تو اس میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے بغور پڑھا ہوتا تو تمہیں ضرور مل جاتا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ "رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو کچھ دیں لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔" اس نے کہا کہ پڑھی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں سے روکا ہے۔ اس پر عورت نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بیوی بھی ایسا کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا جاؤ اور دیکھ لو۔ وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا لیکن اس طرح کی ان کے یہاں کوئی معیوب چیز اسے نہیں ملی۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میری بیوی اسی طرح کرتی تو بھلا وہ میرے ساتھ رہ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ (صحيح البخاري: كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ (بَابُ قَوْلِهِ {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ}، صحيح مسلم ، كتاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ تَحْرِيمِ فِعْلِ الْوَاصِلَةِ وَالْمُسْتَوْصِلَةِ وَالْوَاشِمَةِ)

عَنِ الْحَسَنِ ،أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ ، كَانَ جَالِسًا وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لا تُحَدِّثُونَا إِلا بِالْقُرْآنِ ، قَالَ : فَقَالَ لَهُ : ادْنُهْ ، فَدَنَا ، فَقَالَ : "أَرَأَيْتَ لَوْ وُكِّلْتَ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ إِلَى الْقُرْآنِ ، أَكُنْتَ تَجِدُ فِيهِ صَلاةَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ، وَصَلاةَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا ، وَالْمَغْرِبَ ثَلاثًا ، تَقْرَأُ فِي اثْنَتَيْنِ ؟

أَرَأَيْتَ لَوْ وُكِّلْتَ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ إِلَى الْقُرْآنِ ، أَكُنْتَ تَجِدُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ، وَالطَّوَافَ

بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ؟

ثُمَّ قَالَ : أَيْ قَوْمُ خُذُوا عَنَّا فَإِنَّكُمْ ، وَاللَّهِ إِنْ لا تَفْعَلُوا لَتَضِلُّنَّ "

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ عمران ابن حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم سے قران کے علاوہ کچھ بیان مت کرو۔ یہ سن کر حضرت عمران ابن حصین نے اس شخص کو سے کہا " میرے قریب آؤ، وہ شخص حضرت عمران بن حصین کے قریب ہوگیا۔حضرت عمران بن حصین نے اس سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم اور تمہارے ساتھی قرآن کے حوالے کردیے جاؤ تو کیا قرآن میں سے یہ نکال کر دکھا سکتے ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے؟ اور عصر کی نماز چار رکعت ہے؟ اور مغرب کی نماز تین رکعت؟ اور پہلی دو رکعت میں کیا پڑھنا ہے؟ (یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت پڑھنی ہے یا جہر سے قرآن کرنی ہے۔)

کیا خیال ہے کہ اگر تم اور تمہارے حواری مواری قرآن کے حوالے کردیے جاؤ تو تم قرآن سے ثابت کرسکو گے کہ بیت اللہ کا طواف سات مرتبہ کرنا اور صفاء اور مروہ کا طواف کرنا ہے؟

اس کے بعد فرمایا: ہم سے لو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لو۔ دین سیکھو) اللہ کی قسم! اگر ایسا نہیں کرو گے تم گمراہ ہوجائے گے۔

(البيقهي في مدخل الدلائل(25/1)، الخطيب في الكفاية(48)، ابن عبد البر في الجامع(191/2))

2: غیر ضروری ضروری قیل وقال اور سوالات سے پرہیز

صحابہ منہج کی ایک بڑی خصوصیت ہے کہ ان کے یہاں قیل وقال اور بے جا سوالات اٹھانے کا وہ مزاج نہیں پایا جاتا تھا جو بعد میں یونانی فلسفہ سے عربوں میں متعارف ہونے کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہوا۔علم کلام کی موشگافیوں نے دین میں جن بدعات کی ایجاد کی، ذات باری تعالیٰ اور صفات باری تعالی کے بارے میں ان فلسفیانہ کج بحثیوں نے امّت میں جس قسم کی بحثوں کا بازار گرم کیا صحابہ کا زمانہ ان تکلفات سے پاک تھا۔ دین میں اس قسم کے غیر ضروری غور و خوض کج بحثیوں سے صحابہ کو روکا ہوا تھا۔

عن المغيرة بن شعبة، قال قال النبي ﷺ "إن الله كره لكم قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال". مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فضول بکواس کرنے اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے تمہارے لیے۔ (البخاري (1407) ومسلم (593))

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ”نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ- ثَلاَثَ مَرَّاتٍ - فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔قرآن کے بارے میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔لہٰذا جو جانتے ہو اس پر عمل کرو اور جو نہیں جانتے اس کو جاننے والی کی طرف لوٹا دو۔

(أحمد- حديث: 7805، وأبو داود- كتاب السنة، باب النهي عن الجدال في القرآن - حديث: 4008، الصحيحة: 1522)

3: حکمت اور مصلحت کا سوال کیے بغیر اطاعت کرنا

اللہ حکیم ہے۔اس کی اتاری ہوئی کتاب حکیم اور نے اپنے رسول کو بھی کتاب سے ساتھ حکمت عطا فرمائی۔اللہ اور اس کے رسول کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہے۔ہر ایمان والے بند کا ایمان اس بات پر ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہر فیصلہ اس کے حق میں ہے۔شریعت کا کوئی امر مصلحت سے خالی نہیں ہوسکتا۔اللہ اور اس کے رسول کا علم ہمارے علم سے برتر ہے۔ضروری نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں میں پوشیدہ مصلحتوں کا ادراک ہماری عقل بھی کرسکے لہٰذا ایمان والے کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصلحت کے سمجھنے اور حکمت کے جاننے پر موقوف نہیں ہوتی۔ایمان والے کیلئے اطاعت کا تقاضہ سارے

تقاضوں میں سب سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذوق، پسند ناپسند، عقل وقیاس کو اس اطاعت آڑے نہیں آنے دیتا۔

صحابہ کرام کا کی یہ بڑی خصوصیت کہ انہوں نے بغیر کسی شرط کے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ لہذا اللہ اور اس کے رسول کا حکم آنے کے بعد ان کا فوری ردّ عمل اطاعت کا ہوتا۔ قرآن مجید میں ان کا رویہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں سمعنا واطعنا۔ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ دین میں مسئلہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب سمعنا اور اطعنا کے بیچ کوئی تیسری چیز درآتی ہے۔ صحابہ کا منہج اس دراندازی سے پاک تھا۔ حکمت جانے اور مصلحت کا سوال کیے بغیر اطاعت کی بہت ساری مثالیں صحابہ کی زندگی میں موجود ہیں۔ کچھ ایک پیش خدمت ہے۔

•عن عمر. رضى الله عنه . أنه جاء إلى الحجر الأسود فقبله، فقال إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع، ولولا أني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (صحیح بخاری ، كِتَابُ الحَجِّ، بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الحَجَرِ الأَسْوَدِ صحيح مسلم كتاب الحج باب استحباب تقبيل الحجر الأسود في الطواف)

غور کریں کہ حضرت عمر نہیں جانتے کہ اس پتھر کو چومنے کی حکمت کیا ہے۔ لیکن اطاعت اور اتباع کا جذبہ اپنی جگہ قائم کہ رسول ﷺ نے طعم ہے رع ہم بھی چومیں گے۔

أن عمر بن الخطاب . رضى الله عنه . قال فما لنا وللرمل إنما كنا راءينا به المشركين، وقد أهلكهم الله. ثم قال شىء صنعه النبي صلى الله عليه وسلم فلا نحب أن نتركه.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔

(صحيح بخارى ، بَابُ الرَّمَلِ فِي الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، كِتَابُ الحَجِّ، صحيح مسلم ، بَابُ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كتاب الحج)

رمل کا مطلب یہ ہے کہ دونوں شانوں کو جنبش دیتے ہوئے سینہ ابھار کر قریب قریب قدم رکھ کر چلنا جیسے پہلوان دنگل میں چلتے ہیں۔ اصحاب رسول کو مدینے کی آب وہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور بخار کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہو گئے تھے، جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آرہے ہیں انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور سست کر دیا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک طواف کے تین پہلے پھیروں میں دلکی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں ہلکی چال چلیں پورے ساتوں پھیروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا، مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب کود کود کر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں کہنے لگے'' کیوں جی انہی کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں سست و لاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہیں''

رمل کا حکم ایک خاص حکمت کے تحت خاص وقت کے لیے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے خیال آیا کہ اب اس کی کیا ضرورت لیکن اس خیال کی فوراً تردید کر دی کی اتباع کا تقاضہ ہے کہ جو کام رسول ﷺ نے انجام دیا ہو اس کو چھوڑا نہ جائے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ قَالُوا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا أَوْ قَالَ أَذًى وَقَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوران نماز میں) اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لیے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟" انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتارے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بیشک جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا کہ آپ کے جوتے میں گندگی لگی ہے۔" (لفظ ''قذر'' تھا یا ''أذیٰ'') آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو بغور دیکھ لیا کرے۔ اگر ان میں کوئی گندگی یا نجاست نظر آئے تو اسے پونچھ ڈالے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔"

(سنن أبي داؤد، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ، صحیح ابی داؤد: 657)

صحابہ کرام کی اطاعت اور اتباع کا جذبہ دیکھیں کہ ان کو علم نہیں تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں۔ ان کو غرض بس اتباع سے تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے اتار دیے تو ہم کو بھی آپ کی اتباع میں جوتے اتار کر رکھ دینے ہیں۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ؛ قَالَ: اتَّخَذَ رسول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الذَّهَبِ؛ فَلَبِسَهُ رسول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الذَّهَبِ؛ فَقَالَ رسول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنِّي كُنْتُ أَلْبَسُ هَذَا الْخَاتَمَ، وَإِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا " فَنَبَذَهُ فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، پھر اسے پہنا تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں، آپ نے فرمایا: ''میں اس انگوٹھی کو پہن رہا تھا، لیکن اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا''، چنانچہ آپ نے اسے پھینک دی، تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔(سنن النسائي: كِتَابُ الزِّينَةِ،بَابُ صِفَةُ خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَقْشُه، الصحيحة: 2975)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: >اجْلِسُوا<، فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ، فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ”تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ!“.

جناب عطاء بن ابی رباح ، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک بار) جمعہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر پر) برابر (تشریف فرما) ہو گئے تو فرمایا "بیٹھ جاؤ!" اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا تو مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا "اے عبداللہ بن مسعود! آگے آ جاؤ۔"

(سنن أبي داؤد: كِتَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ ،بَابُ الْإِمَامِ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِي خُطْبَتِهِ)(صحيح ابی داؤد:1001)

(جاری)

❖ ❖ ❖

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: وسیلہ کی کیا حقیقت ہے؟ اور اس میں کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے مفصل وضاحت کریں؟

جواب: شرعی طور پر لفظ وسیلہ عربی زبان میں قربت حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے۔علماء لغت نے توسل اور وسیلہ کی تعریف یوں کی ہے کہ التوسل هو التقرب إلى الشيئ بالشيئ کہ کسی چیز کے ذریعہ اور واسطے کسی چیز کی قربت حاصل کرنا جیسے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی قربت اپنے کسی خاص عمل یا مخصوص ھدیہ اور قرابت کے ذریعہ حاصل کرے تاکہ اس کا کوئی کام ہو جائے۔

اور اصطلاح میں توسل یا وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ اوامر کی اتباع اور محرمات سے اجتناب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا "التقرب إلى الله تعالىٰ بفعل المامورات وترك المحرمات" وسیلہ چونکہ عمومی طور پر دعا وغیرہ میں زیادہ مستعمل ہے اس لئے علماء سلف نے دعا کے باب میں وسیلہ کا معنی ومفہوم بھی مقرر کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی دعاؤں میں ایسی چیزوں کا ذکر کرے جو دعا کی قبولیت میں وسیلہ ہوں یا کسی نیک آدمی سے اپنے حق میں دعا کرنے کا وسیلہ پکڑے۔

وسیلہ کی قسمیں: وسیلہ کی دو قسمیں ہیں جن کے تفصیلی ذکر سے اس کی جائز اور ناجائز صورتیں واضح ہو جاتی ہیں: (۱) شرعی وسیلہ "التوسل المشروع" یعنی جائز وسیلہ (۲) غیر شرعی وسیلہ "التوسل الممنوع" یعنی ناجائز وسیلہ شرعی وسیلہ کی وہ جائز صورتیں ہیں جنکے ذریعہ وسیلہ پکڑنا قرآن وسنت میں درست ہے اور انھیں صورتوں کو اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔یہ صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا یعنی اللہ کا تقرب حاصل کرنا جس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے (وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا) کہ اللہ تعالیٰ کے بہترین نام ہیں تم انھیں کے واسطے دعا کرو۔(الاعراف:۱۸۰)

چنانچہ ایک مومن آدمی اللہ کے ناموں کے ذریعہ اور اس طرح اللہ کے صفات کے ذریعہ اور واسطے مغفرت کشادگی رزق اور دنیا وآخرت کی بھلائی کیلئے دعا کرسکتا ہے جیسے یہ کہے اے اللہ تعالیٰ میں تیرے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔میرے رزق کو کشادہ کر دے وغیرہ وغیرہ۔

(۲) دعا شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اور نبی اکرم ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجنا بھی دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔جیسا کہ حضرت فضالہ بن عبیدؓ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنی دعا کو اللہ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر صلوۃ وسلام کے بغیر شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کی دعا کو سن کر فرمایا کہ "عجل هذا" اس نے بڑی جلدی سے کام لیا اور پھر اس آدمی کو بلایا اور فرمایا: "إذا صلى احدكم فليبدأ بتحمدالله والثناء عليه ثم ليصل على النبى ﷺ ثم ليدع ماشاء". جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو چاہئے کہ اللہ کی حمد وثناء اور نبی اکرم ﷺ پر درود سے شروع کرے اور پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

اور ایک دوسرے آدمی کو آپ ﷺ سنا کہ وہ دعا کرنے سے پہلے اللہ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیج رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ "ادع تجب وسل تعط" کہ دعا کرو قبول کیا جائیگا اور مانگو دیا جائیگا۔(ترمذی، رقم:۳۴۷۷، ابوداؤد، رقم:۱۳۳۱)

اللہ کی حمد وثناء کے ذریعہ اور واسطے دعا کرنا تو انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے حضرت یونس علیہ السلام نے تو لاالہ الا انت

سبحانک جیسے حمد کے عمدہ کلمات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا تھا جو کہ شرف قبولیت کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

(۳) وعدۂ الٰہی کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جیسے کہ کوئی مومن یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تو نے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو میری دعا کو قبول کرلے۔ قرآن مجید میں ہے کہ: (رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ) کہ اے بارالٰہا جو کچھ تو نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے اسے مجھے عطا فرمادے۔ (آل عمران: ۱۹۴)

(۴) اللہ تعالیٰ کے افعال کے واسطے دعا کرنا جیسے کوئی آدمی یہ کہے کہ اے بارالٰہا تو نے غزوۂ بدر میں اپنے نبی ﷺ کو کافروں پر غالب کیا تھا ہمیں بھی کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

(۵) نیک اعمال کے ذریعے و واسطے اللہ سے دعا کرنا۔ چاہے اس کا تعلق قلبی عبادت سے ہو یا فعلی عبادت سے یا قولی عبادت سے ہو قرآن مجید میں ایمان کے واسطے دعا کرنے کا ذکر موجود ہے فرمان باری ہے: (اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا) کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم نے ایمان قبول کیا ہے پس تو ہماری مغفرت فرمادے اور ہم پر رحم فرما۔ (المؤمنون: ۱۰۹)

اور جیسا کہ غار والوں کے واقعہ سے ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک اعمال کے واسطے غار کے چٹان کھلنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا۔ پہلے آدمی نے والدین کے ساتھ اپنے نیک عمل اور حسن سلوک کے ذریعہ دوسرے آدمی نے مزدور کی کامل اجرت اور مزدوری جیسے عمدہ عمل کے واسطے اور تیسرے نے معصیت اور گناہ کبیرہ سے بچنے کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ (بخاری ومسلم)

چنانچہ ایک مومن آدمی اپنے ایمان اور نیک اعمال نماز، روزہ، حج اور دیگر نیک کاموں کے واسطے اور اس طرح برائی کو چھوڑنے اور معصیت کو ترک کرنے کے واسطے دعا کرسکتا ہے۔

(۶) اپنی حالت یعنی عاجزی فقر ومحتاجگی کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے جیسے کہ کوئی مؤمن آدمی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ میں گنہگار ہوں مجھے معاف کردے۔ میں کمزور ہوں مجھے جہنم کے عذاب سے نجات دے قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی فقر ومحتاجگی اور بھلائی کی ضرورت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کی (رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ) کہ اے میرے رب جو کچھ تو نے بھلائی میری جانب نازل کیا ہے میں اس کا محتاج ہوں۔ (القصص: ۲۴) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے (رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ) کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں بخشا نہیں اور رحم نہیں کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہوجائیں گے۔ (الاعراف: ۲۳)

(۷) نیک اور صالح آدمی سے اس کی زندگی میں دعا کروانا اس امید سے کہ اللہ ان کی دعا قبول کرلیگا جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے چچا عباس کے واسطے نزول باراں کیلئے دعا کرنے کو کہا اس طرح کا وسیلہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے ابّا سے کرنے کیلئے کہا فرمان باری ہے (يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ) کہ اے ہمارے ابا جان ہمارے گناہوں کیلئے آپ مغفرت طلب کیجئے ہم تو خطا کار ہیں۔ (یوسف: ۹۷)

چنانچہ ان مذکور جائز وسیلوں کے علاوہ کوئی بھی ایسا وسیلہ جس کے صحیح ہونے کی دلیل نہ ہو اور وہ قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو تو حرام اور ناجائز ہیں اور دین میں بدعت اور گمراہی ہیں جیسے کہ کسی نبی یا ولی کے جاہ اور مرتبہ کے واسطے یا اس کی قبر کے واسطے دعا کرنا یا اس کے حق کے واسطے دعا کرنا تو یہ سب حرام اور ناجائز ہیں نہ تو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین سے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ ج:۱/ ۲۲/ ۲۷/ ۸۳/ ۸۵/ ۱۳۳)

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث کا ماہانہ اجلاس

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کا ماہانہ اجلاس 4/ دسمبر، بروز اتوار، مسجد اہل حدیث، مسلم نگر دھاراوی میں امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی کاروائی بعد نماز عصر امام مسجد حافظ محمد گلاب کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ پہلا خطاب شیخ سرفراز فیضی نے اصول بدعت کے موضوع پر فرمایا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں بدعت کی پہچان واضح کرتے ہوئے اس کے نقصانات بیان فرمائے۔ شرعی اصولوں کی روشنی میں اتباع سنّت کی اہمیت اور بدعات کی قباحت واضح فرمائی۔ شیخ نے فرمایا کہ اللہ کا اتارا ہوا دین قیامت تک آنے والے ہر انسان کی ہدایت اور نجات کے لیے کافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع ہی بندے کو جنّت میں لے جاسکتی ہے اور بدعت نبی ﷺ کا راستہ چھوڑ کر اپنی الگ راہ اختیار کرنے کا نام ہے اس لیے بدعت کا راستہ جہنم کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

اجلاس کا دوسرا خطاب شیخ کمال الدین سنابلی کا تھا۔ شیخ نے "اللہ پر بھروسہ" کے موضوع پر خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں شیخ نے سیرت اور صحابہ کے واقعات کی روشنی میں توکّل کا مفہوم اور اس کی اہمیت واضح فرمائی۔ شیخ نے سماج میں پائی جانے والی توھّم پرستی کی مختلف شکلوں کی نشاندہی فرما کر واضح کیا کہ توھّم پرستی توکّل علی اللہ کے منافی ہے۔ شیخ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کی اسلام بندے کو اسباب اختیار کرنے سے نہیں روکتا اور اسباب کا اختیار کرنا توکّل کے خلاف نہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد اجلاس کی دوسری نشست شروع ہوئی۔ دوسری نشست میں پہلا خطاب شیخ کفایت اللہ سنابلی کا ہوا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں عید میلاد کے متعلق پائے جانے والی غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ دین کے نازل کرنے کی ذمہ داری اللہ کی ہے۔ اللہ نے سارا دین اپنے نبی پر نازل فرمادیا ہے۔ اب دین میں مزید کسی اضافے کی گنجائش نہیں اور کوئی اگر کسی بدعت کا اضافہ دین میں کرتا ہے تو نبی ﷺ نے ایسے اضافے کو مردود قرار دیا ہے۔ شیخ نے مستند دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ عید میلاد دین میں بدعت ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نبی ﷺ، صحابہ یا سلف سے نہیں ملتا۔ اس کی مشروعیت کے لیے جتنی دلیلیں دی جاتی ہیں یا تو وہ دلیل ثابت نہیں یا اس سے عید میلاد کی مشروعیت پر استدلال درست نہیں۔

اجلاس میں چوتھا خطاب شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے فرمایا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں سامعین کو عمل کی دعوت دی۔ شیخ نے موجودہ صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دور میں بولنے والے بہت ہیں اور عمل کرنے والے بہت کم۔ نبی پاک ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ کا قریب ہوجانا اور عمل کی قلّت اور قتل کی کثرت یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ مختلف احادیث کا حوالہ دیتے

ہوئے فرمایا کہ ایمان والے بندے کی زندگی میں جنّت سب سے بڑا مطلوب اور مقصود ہونا چاہیے۔

اجلاس میں آخری خطاب شیخ عبدالسلام سلفی کا ہوا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں سامعین کو اجلاس میں مختلف خطباء کی طرف سے کی گئی نصیحتوں پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی ۔ شیخ نے اپنے خطاب میں مختصر اور انتہائی جامع انداز میں ہندستان میں مسلم پرسنل لاء کی تاریخ بیان فرمائی ۔ شیخ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اہل حدیث ہمیشہ مسلم پرسنل لاء میں حکومت کی دخل اندازی کے خلاف رہے ہیں ۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام سے پہلے بھی اہل حدیث علماء حکومت کو پرسنل لاء میں دخل اندازی سے روکنے کے لیے تحریکیں چلاتے رہے ہیں ۔ اس ضمن میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے شیخ عبدالحمید رحمانی کی کوششوں کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں حکومتی اور سیاسی سطح پر ملک کے ایک طبقہ کے خلاف کی جارہی متعصّبانہ کارروائیوں اور مذہب اور اظہار رائے کی آزادی پر لگائی جارہی پابندیوں پر تشویش کا اظہار فرمایا۔ شیخ نے فرمایا کہ ملک کے جمہوری مزاج کی حفاظت کے لیے اقلیت اور اکثریت کا متّحد ہونا ضروری ہے۔

شیخ کی دعاؤں اور شکریہ کے کلمات کا ساتھ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اجلاس میں نظامت کی ذمہ داری مسجد کے امام حافظ محمّد گلاب صاحب نے ادا فرمائی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران اور دعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

4 رد سمبر کو دھاراوی کی مسجد اہل حدیث (جلیل کمپاؤنڈ) میں شیخ عبدالسلام سلفی ۔ حفظہ اللہ ۔ کی صدارت میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ اہتمام ایک دینی پروگرام منعقد ہوا، پروگرام کے آخر میں فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی نے اپنے گرانقدر صدارتی کلمات سے سامعین کو نوازا، 11 ردسمبر کو آپ ہی کی صدارت میں جامع مسجد اہل حدیث تلولی میں صوبائی جمعیت کی زیرنگرانی ایک بڑا پروگرام منعقد ہوا جس میں آپ نے حاضرین کو قیمتی نصیحتیں کیں، 18 ردسمبر کو آپ کا بھیونڈی کی جامع مسجد میں اور 19 ر دسمبر کو چیتا کیمپ کی مسجد اہل حدیث میں خطاب عام ہوا، 24 ردسمبر کو مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ (کرلا ، ویسٹ) کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان سیرت النبی کانفرنس میں آپ نے سامعین کو انتہائی پرمغز خطاب سے نوازا، نیز 30 رنومبر کو آپ کا پونے میں خطاب عام ہوا تھا۔

شیخ محمد مقیم فیضی ۔حفظہ اللہ۔ نے 4 دسمبر کو دھاراوی کے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں سامعین کو اپنی نصیحتوں سے نوازا، 11 ردسمبر کو جامع مسجد اہل حدیث تلولی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے پروگرام میں خطاب کیا، 16 ر دسمبر کو کلیان کی مسجد اہل حدیث (سوچک ناکا) میں تقریر کی اور 18 ردسمبر کو جامع مسجد بھیونڈی میں خطاب کیا، 24 دسمبر کو بعد نماز مغرب مسجد توحید (باندرہ ایسٹ) میں خطاب کیا اور 24 ردسمبر ہی کو (10 ر بجے دن میں) قومی کاؤنسل برائے فروغ اردو زبان اور کوکن مسلم ایجوکیشن سوسائٹی کے اشتراک سے جاری رہنے والے کل ہند اردو کتاب میلہ کے آٹھویں دن اردو بسیرا ہال میں مدرسہ جامع التوحید بھیونڈی کی جانب سے بین المدارس حمد خوانی مقابلے کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت شیخ محمد مقیم فیضی نے کی۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ۔حفظہ اللہ۔ نے 11 ردسمبر کو تلولی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے پروگرام میں خطاب کیا، 17 ردسمبر کو مدرٹریسا ہال یروڈا (پونا) میں آپ کا علمی خطاب ہوا،

18/ دسمبر کو آپ نے مرکز الدعوۃ الاسلامیہ الخیریہ (رتنا گیری، کھیڈ) میں تقریر کی اور 30/ دسمبر کو سلفی سوسائٹی کی مسجد اہل حدیث میں آپ کا خطاب ہوا۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی ۔ حفظہ اللہ ۔ نے 4/ دسمبر کو البر فاؤنڈیشن کے ایک دینی پروگرام میں شرکت کر کے حاضرین سے خطاب کیا، 4/ دسمبر ہی کو آپ نے بعد نماز مغرب دھاراوی کی مسجد اہل حدیث میں منعقد ہونے والے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے پروگرام میں خطاب کیا، 10/ دسمبر کو شمیم پیلس گراؤنڈ مومن پورہ بائیکلہ میں آپ کا پروگرام ہوا، 18/ دسمبر کو اسلامک انفارمیشن سینٹر میں آپ کی تقریر ہوئی اور 25/ دسمبر کو مسجد اہل حدیث دارالسلام ممبرا میں آپ نے خطاب عام کیا۔

شیخ کمال الدین سنابلی ۔ حفظہ اللہ ۔ نے 9/ دسمبر کو امبر ناتھ کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی، 11/ دسمبر کو دھاراوی کی مسجد اہل حدیث میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے پروگرام میں خطاب کیا، 17/ دسمبر کو نارائن نگر (کرلا ویسٹ) کی مسجد عمر میں تقریر کی، 23/ دسمبر کو وسئی کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی اور 24/ دسمبر کو مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سیرت النبی کانفرنس سے خطاب عام کیا۔

شیخ سرفراز فیضی ۔ حفظہ اللہ ۔ نے 9/ دسمبر کو امبر ناتھ کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی اور 18/ دسمبر کو پوئی کی مسجد اہل حدیث میں رحمت کانفرنس کی نظامت کی، نیز اسی پروگرام میں آپ کا خطاب عام بھی ہوا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ میں پیش کردہ تجاویز وقراردادیں:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے منعقد کیے گئے دورہ تدریبیہ میں الحمدللہ 300/ سے زائد ائمہ اور دعاۃ نے شرکت کی اور 15/ بزرگ اور کہنہ مشق اساتذہ اور اہل علم نے انہیں اپنے گرانقدر خطابات سے نوازا اور اپنے طویل دعوتی، تدریسی اور علمی تجربات سے مستفید کیا۔ ان تمام ائمہ اور علماء کی تائید اور منظوری سے یہ قراردادیں منظور کی گئیں جو پیش خدمت ہیں:

❖ یہ اجلاس کتاب وسنّت کی بنیاد پر اتحاد کی دعوت دیتا ہے کیونکہ اتحاد ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے اور ہم ہندستانی مسلمانوں کے لیے بالخصوص اتحاد اور اس کا عملی مظاہرہ انتہائی اہم ہے جب کہ ملک دشمن طاقتیں ملک کے سیکولر مزاج پر نظریں گڑائے بیٹھی ہیں اور ملک کی اقلیتوں کے خلاف مختلف سطح پر سازشیں ہورہی ہیں اور مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے اور انہیں باہمی طور پر الجھانے کی منظم کوششیں ہورہی ہیں۔ ایسے نازک موقع پر کوئی بھی ایسا اقدام جس سے مسلمانوں کی کمزوری اور انتشار کا پیغام ملک کی عوام میں جائے ناقابل قبول اور افسوسناک ہے۔

❖ یہ اجلاس جماعت اہل حدیث کے خلاف ملک کے میڈیا میں چھیڑی گئی نفرت انگیز مہم کی سختی سے مخالفت کرتا ہے اور پوری قوت کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ اہل حدیث ہندستان کی سب سے امن پسند جماعت ہے اور ملک کی آزادی میں اس کی کارکردگی اور کارنامے نمایاں ہیں۔ ملک کی آزادی کے بعد بھی جماعت اہل حدیث ملک کے طول وعرض میں سیکڑوں اداروں اور ہزاروں مکاتب کے ذریعہ تعلیمی، رفاہی شعبوں میں وسعت بھر مسلسل اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ ان کی خدمات کو نظر انداز کر کے ان کو نوزائیدہ اور ملک کی سلامتی کے لیے خطرہ بنا کر پیش کرنے کی نفرت انگیز کوششیں ملک کی اتحاد اور یکجہتی کے لیے نقصاندہ ہیں۔ ہم میڈیا کے افراد اور ذمہ داروں سے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ صحافتی

وقار کا لحاظ رکھتے ہوئے کسی کمیونٹی کو بلاوجہ اور بلاتحقیق بدنام کرنے کی مہم سے باز رہیں گے۔

❖ یہ اجلاس تمام ہندستانی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ مسالک کے درمیان پائے جانے والے اختلافات آپس میں سلجھائے جائیں۔میڈیا اور نیوز چینل پر بیٹھ کر کسی ایک مسلمان کا اپنے مسلک کے خلاف کسی دوسرے مسلک کی برائی کرنا اور غیر ذمہ دارانہ طور پر ان پر الزامات لگانا عام حالات میں بھی غلط ہے لیکن ایک ایسے موقع پر جب ملک قسم قسم کے مسائل کا شکار ہے اور اقلیتوں کے خلاف کئی محاذ کھول دیے گئے ہیں ایسی حرکتیں کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہچانے کی مذموم کوششیں مزید سنگین ہیں۔اور اس کے نتائج بھی ناپسندیدہ ہی برآمد ہوتے رہتے ہیں اس لئے تمام لوگوں کو اپنی اپنی جگہ محتاط رہنا چاہئے۔

❖ یہ اجلاس حکومت کی طرف سے مسلم پرسنل لاء میں کسی بھی طرح کی مداخلت کو پوری طرح مسترد کرتا ہے اور اسے ملک کے سیکولر قوانین کے مطابق دی گئی مذھبی آزادی کے خلاف قرار دیتا ہے۔ بعض مسائل میں داخلی طور پر بحث کی گنجائش کے باوجود مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مکمل حمایت کرتا ہے اور حکومت کی جانب سے خواتین کی ہمدردی کے حوالے سے اس میں مداخلت کی کوشش کو افسوسناک قرار دیتا ہے۔

❖ یہ اجلاس اڑی کے فوجی کیمپ پر ہونے والے دہشت گردانہ حملے کو افسوسناک قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کرتا ہے اور دونوں ملکوں کی حکومتوں سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اچھے پڑوسیوں کی طرح صلح صفائی اور تحمل کا راستہ اپنائیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے کسی ملک کا امن خطرے میں پڑ جائے، اور جنگ سے گریز کی راہ پر چلیں کیونکہ جنگ مسائل کو حل کرنے کی بجائے مسائل میں اضافے کا باعث ہو جائے گی۔

❖ یہ اجلاس کشمیر میں مارے جانے والے اور زخمی ہونے والے افراد کے ساتھ ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔ کشمیر میں پھیلی بدامنی پر گہرے تاسّف اور رنج کا اظہار کرتا ہے۔ملک کی حکومت سے کشمیر کا مسئلہ بغیر تشدد کے حل کرنے اور کشمیریوں کے معاملہ میں حق اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی درخواست کرتا ہے اور کشمیری عوام سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ تشدد کی بجائے افہام وتفہیم اور جمہوری طریقوں کے استعمال کا راستہ اپنائے۔

❖ یہ اجلاس شام میں بشار الاسد کی ایران اور روس کی حمایت اور تعاون سے جاری دہشت گردی کی کڑی مذمّت کرتا ہے۔کیونکہ اتنی بڑی تعداد میں بے قصور انسانی جانوں کا ضیاع انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ ہے اور اس پر طاقتور اقوام عالم کی خاموشی کو ایک انسانیت سوز بےحسی قرار دیتا ہے۔

❖ یہ اجلاس مسلمانوں کے لیے ریزویشن کے مطالبے کی تائید کرتا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی صورت حال کے پیش نظر مختلف شعبوں میں ان کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے ریزویشن کے ذریعہ ان کے حقوق محفوظ کیے جائیں۔

❖ یہ اجلاس حکومت کی صفائی مہم کی حمایت کرتا ہے۔ صفائی اسلام میں آدھے ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ اجلاس عوام سے درخواست کرتا ہے کہ صفائی کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کو پورا کرے اور حکومتی اور ریاستی اداروں سے درخواست کرتا ہے کہ صفائی اور پاکیزگی کے حوالے سے پائی جانے والی انتظامی کوتاہیوں کو دور کر کے اپنی ذمہ داریاں کماحقّہ ادا کریں۔

❖ یہ اجلاس مملکت سعودی عرب کو اس سال حج کے

زبردست انتظامات پر اور حج کے پُر امن انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔اوراللہ سے دعا گو ہے کہ اللہ توحید وسنّت کی محافظ اس مملکت کو سلامت رکھے اور حاسدوں کے حسد اور ظالموں کی سازشوں سے اس کی حفاظت فرمائے۔

❖ یہ اجلاس داعش،القاعدہ،یمن کے حوثیوں اور دیگر ان تمام گروہوں کی مذمت کرتا ہے جو دنیا میں دہشت گردی کو اپنا شعار بنا کر فساد مچائے ہوئے ہیں،اورصاف صاف اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام میں کہیں بھی کسی طرح کی دہشت گردی کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

❖ یہ اجلاس پڑوسی ممالک کے خلاف ایران کی جارحیتوں اوران کے داخلی معاملات میں اس کی مداخلتوں کو انتہائی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اوراسے نصیحت کرتا ہے کہ وہ عالم اسلام میں افراتفری اوراضطراب پیدا کرنے اور معصوموں کے خون سے ہولی کھیلنے سے باز آئے۔

❖ یہ اجلاس ریاستی حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ سوریہ نمسکار جیسے منصوبوں سے اقلیتوں میں تشویش اوراضطراب نہ پیدا کرے اور تکثیری معاشرے کے آداب حکمرانی کو نظر انداز نہ کرے۔

❖ یہ اجلاس صوبائی جمعیت کی تمام ذیلی اکائیوں اوران کے ذمہ داروں سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کالحاظ کرتے ہوئے اپنی دعوتی تنظیمی اوررفاہی سرگرمیوں میں لازمی طور پر اضافے کریں اوراپنے اپنے حلقوں کے افراد کو جماعت کی زیادہ سے زیادہ منظم اور جماعتی کاموں کے لئے تربیت یافتہ بنائیں۔

❖ یہ اجلاس تمام ائمہ ودعاۃ اورمدرسین سے اپیل کرتا ہے کہ وہ عوام کی صحیح رہنمائی کے لئے اپنے علم اورتجربے میں اضافے کے لئے مسلسل کوشاں رہیں اورعلمائے کبار سے مربوط ہوکر اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہیں اوران سے پیش آمدہ مسائل میں مشورہ لیتے رہیں،اوراپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہمیشہ چاق وچوبندرہیں کیونکہ ان کا مشن عظیم اوران کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔اورتمام امور میں مرکزی کردار اللہ کے تقوی کا ہے اس لئے اسے ہرگز فراموش نہ کریں۔

❖ یہ اجلاس اہل حدیث عوام سے اپیل کرتا ہے کہ وہ دعوت وتربیت کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے صوبائی جمعیتوں کے مختلف منصوبوں کی تکمیل میں اس کے دست وبازو بنیں اوراپنی اصلاح اورتعمیر آخرت سے غافل نہ ہوں۔

❖ یہ اجلاس دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان کی مدد فرمائے اورجلد ان کی مصیبتوں کا خاتمہ فرمائے اور ظالموں کو دردناک سزا دے کر انہیں ساری دنیا کے لئے عبرت بنادے،آمین۔

❖ یہ اجلاس سال رواں میں وفات پانے والے اہل علم مثلا مؤرخ جماعت مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ، استاذ الاساتذہ عبدالعلیم ماہر رحمہ اللہ(سدھارت نگر یوپی)، محقق جماعت شیخ عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی رحمہ اللہ،شیخ عبداللہ مدنی رحمہ اللہ (جھنڈانگر نیپال) شیخ سعود احمد سلفی رحمہ اللہ (جامعہ اسلامیہ سنابل،دہلی) شیخ انعام اللہ فاروقی رحمہ اللہ،(ناگپور)اوردیگر اکابرین جماعت مثلا جناب محمد اکرام رحمہ اللہ (سراج العلوم بونڈیہار) جناب عبدالحق رحمہ اللہ (جے پور راجستان)، ماسٹر ابوذر رحمہ اللہ (جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی)وغیرہم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ رب العالمین ان کے اعمال کو قبول فرمائے اورانہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
January 2017

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com